﴿... اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ*﴾ (آل عمران: ٧٤) ﴿... عَسٰى اَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا*﴾ (بنی إسرائیل: ٨٠)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ: نصیر أحمد قمر

جلد ا — جمعہ ۱۰ جون ۱۹۹۴ء — شمارہ ۲۳

ارشادات عالیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

لعنتی ہے وہ زندگی جو محض دنیا کے لئے ہے اور بد قسمت ہے وہ جس کا تمام ہم و غم دنیا کے لئے ہے۔ ہر ایک بدی جو دور ہوتی ہے وہ خدا تعالیٰ کی قوت سے دور ہوتی ہے

اے میری جماعت! خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو وہ قادر کریم آپ لوگوں کو سفر آخرت کے لئے ایسا تیار کرے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب طیار کئے گئے تھے۔ خوب یاد رکھو کہ دنیا کچھ چیز نہیں ہے۔ لعنتی ہے وہ زندگی جو محض دنیا کے لئے ہے اور بد قسمت ہے وہ جس کا تمام ہم و غم دنیا کے لئے ہے۔ ایسا انسان اگر میری جماعت میں ہے تو وہ عبث طور پر میری جماعت میں اپنے تئیں داخل کرتا ہے۔ کیونکہ وہ اس خشک ٹہنی کی طرح ہے جو پھل نہیں لائے گی۔

اے سعادتمند لوگو! تم زور کے ساتھ اس تعلیم میں داخل ہو جو تمہاری نجات کے لئے مجھے دی گئی ہے۔ تم خدا کو واحد لاشریک سمجھو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو۔ نہ آسمان میں سے نہ زمین میں سے خدا اسباب کے استعمال سے تمہیں منع نہیں کرتا۔ لیکن جو شخص خدا کو چھوڑ کر اسباب پر ہی بھروسہ کرتا ہے وہ مشرک ہے۔ قدیم سے خدا کہتا چلا آیا ہے کہ پاک دل بننے کے سوا نجات نہیں۔ سو تم پاک دل بن جاؤ اور نفسانی کینوں اور غصوں سے الگ ہو جاؤ۔ انسان کے نفس امارہ میں کئی قسم کی پلیدیاں ہوتی ہیں مگر سب سے زیادہ تکبر کی پلیدی ہے۔ اگر تکبر نہ ہوتا تو کوئی شخص کافر نہ رہتا۔ سو تم دل کے مسکین بن جاؤ۔ عام طور پر بنی نوع کی ہمدردی کرو۔ جبکہ تم انہیں بہشت دلانے کے لئے وعظ کرتے ہو سو یہ وعظ تمہارا کب صحیح ہو سکتا ہے اگر تم اس چند روزہ دنیا میں ان کی بد خواہی کرو۔ خدا تعالیٰ کے فرائض کو دلی خوف سے بجالاؤ کہ تم ان سے پوچھے جاؤ گے۔ نمازوں میں بہت دعا کرو کہ تا خدا تمہیں اپنی طرف کھینچے اور تمہارے دلوں کو صاف کرے۔ کیونکہ انسان کمزور ہے ہر ایک بدی جو دور ہوتی ہے وہ خدا تعالیٰ کی قوت سے دور ہوتی ہے اور جب تک انسان خدا سے قوت نہ پاوے کسی بدی کے دور کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا۔ اسلام صرف یہ نہیں کہ رسم کے طور پر اپنے تئیں کلمہ گو کہلاؤ بلکہ اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ تمہاری روحیں خدا تعالیٰ کے آستانہ پر گر جائیں اور خدا اور اس کے احکام پر ہر پہلو کی رو سے تمہاری دنیا پر تمہیں مقدم ہو جائیں۔

اے میری عزیز جماعت! یقیناً سمجھو کہ زمانہ اپنے آخر کو پہنچ گیا ہے اور ایک صریح انقلاب نمودار ہو گیا ہے۔ سو اپنی جانوں کو دھوکہ مت دو اور بہت جلد راستبازی میں کامل ہو جاؤ۔ قرآن کریم کو اپنا پیشوا پکڑو اور ہر ایک بات میں اس سے روشنی حاصل کرو اور حدیثوں کو بھی ردی کی طرح مت پھینکو کہ وہ بڑی کام کی ہیں۔ اور بڑی محنت سے ان کا ذخیرہ طیار ہوا ہے۔ لیکن جب قرآن کے قصوں سے حدیث کا کوئی قصہ مخالف ہو تو ایسی حدیث کو چھوڑ دو تا گمراہی میں نہ پڑو۔ قرآن شریف کو بڑی حفاظت سے خدا تعالیٰ نے تمہارے تک پہنچایا ہے۔ سو تم اس پاک کلام کی قدر کرو۔ اس پر کسی چیز کو مقدم نہ سمجھو کہ تمام راست روی اور راستبازی اسی پر موقوف ہے۔ کسی شخص کی باتیں لوگوں کے دلوں میں اسی حد تک موثر ہوتی ہیں جس حد تک اس شخص کی معرفت اور تقویٰ پر لوگوں کو یقین ہوتا ہے

اب دیکھو خدا نے اپنی حجت کو تم پر اس طرح پر پورا کر دیا ہے کہ میرے دعویٰ پر ہزارہا دلائل قائم کر کے تمہیں یہ موقعہ دیا ہے کہ تا تم غور کرو کہ وہ شخص جو تمہیں اس سلسلہ کی طرف بلاتا ہے وہ کس درجہ کی معرفت کا آدمی ہے۔ اور کس قدر دلائل پیش کرتا ہے اور تم کوئی عیب، افتراء یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افتراء کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے کہ جو اس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے۔

پھر ماسوا اس کے میرے خدا نے عین صدی کے سر پر مجھے مامور فرمایا اور جس قدر دلائل میرے سچا ماننے کے لئے ضروری تھے وہ سب دلائل تمہارے لئے مہیا کر دئے اور آسمان سے لے کر زمین تک میرے لئے نشان ظاہر کئے اور تمام نبیوں نے ابتداء سے آج میرے لئے خبریں دی ہیں۔ پس اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا تو اس قدر دلائل اس میں کبھی جمع نہ ہو سکتے۔

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد ۲۰ صہ ۶۳، ۶۴)

ضلع مانسہرہ میں احمدی مسلمانوں کا سوشل بائیکاٹ

احمدی گھروں پہ حملے۔ قبروں کی بے حرمتی

(پریس ڈیسک)

پاکستان سے آمدہ اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ قصبہ داتا ضلع مانسہرہ میں احمدیت کی مخالفت میں بڑی شدت آگئی ہے۔ علاقہ کے مولوی صاحبان تمام احمدی مسلمانوں کی گرفتاری کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ مخالفت میں شدت اس وقت آئی جب ایک مقامی مولوی نے دعویٰ کیا کہ اسے ایک احمدی نے دھمکی آمیز خط لکھا ہے۔ چنانچہ اس شبہ میں ایک احمدی نوجوان عبدالعزیز کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔

مخالفین جمعہ کے روز بعد نماز جمعہ جلسہ کرتے ہیں، جلوس نکالتے ہیں جس میں جماعت احمدیہ کے خلاف دشنام طرازی کی جاتی ہے۔ ایک واقعہ کے مطابق انہوں نے احمدی گھروں پر حملہ کیا اور مکان کے اوپر نصب شدہ ڈش انٹینا توڑ دیا۔ پھر قبرستان میں جا کر احمدی قبروں کی بے حرمتی کی اور کتبے توڑ کر پھینک دئے۔

پتہ چلا ہے کہ علاقہ بھر میں احمدیوں کا مکمل سوشل بائیکاٹ جاری ہے۔ دوکاندار احمدیوں کو سودا سلف نہیں دیتے۔ ٹیکسی والے احمدیوں کو نہیں بٹھاتے۔ پکی سڑک گاؤں سے تقریباً ۳ میل دور ہے اس لئے احمدی مستورات اور بچوں کو اپنے کاروبار کے سلسلہ میں یہ فاصلہ پیدل طے کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح سکول بھی پکی سڑک کے پاس ہے اور احمدی طلبہ پیدل چل کر ہی سکول پہنچتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ہزارہ ڈویژن کے امیر جماعت احمدیہ محمد اسلم جہانگیری نے ایک ٹیکسی والے کو زائد رقم دے کر اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ احمدی طالبات کو سکول لے جایا کرے۔ اور واپس لے آیا کرے مگر اس انتظام کا داتا کے ختم نبوت یوتھ فورس کے صدر کو پتہ چل گیا جس نے ٹیکسی والے کو دھمکی آمیز خط لکھا۔ اس طرح ٹیکسی والے نے معذرت کر دی۔

احباب جماعت سے پاکستان میں بسنے والے احمدی مسلمانوں کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

مختصرات

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے "مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ" پیارے آقا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور احباب جماعت کے درمیان تربیتی رابطہ کا ایک عالمگیر ذریعہ بن گیا ہے۔ ہر روز ایک گھنٹہ کی "ملاقات" کا پروگرام ایسا ہے جو اکناف عالم میں غیر معمولی دلچسپی سے دیکھا جاتا ہے۔ اس پروگرام کے بارہ میں یہ مختصر نوٹس ریکارڈ اور احباب کی راہنمائی کی غرض سے شائع کئے جاتے ہیں تا کہ وہ اس کی مدد سے اصل پروگرام دیکھ کر اپنے علم و عرفان میں اضافہ کر سکیں۔

گزشتہ دنوں حضور انور یورپ کے سفر پر تشریف لے گئے۔ ۲۳ اور ۲۴ مئی کی درمیانی شب لندن سے روانگی ہوئی اور الحمد للہ کہ آج ۶ جون کی صبح کو خیر و عافیت سے لندن واپسی ہوئی۔ اس سفر میں حضور انور نے جرمنی اور ہالینڈ کا دورہ فرمایا اور ہر دو ممالک میں خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماعات سے خطابات کے علاوہ متعدد دینی مجالس اور تقریبات میں شمولیت فرمائی۔ اکثر پروگرامز کی کاروائی ساتھ کے ساتھ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ پر پیش کی جاتی رہی۔

۳۰ مئی ۱۹۹۴ء: آج حضور انور کا وہ خطاب پیش کیا گیا جو حضور انور نے گزشتہ روز فرانکفورٹ میں مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کے سالانہ اجتماع کے آخری روز فرمایا تھا۔

۳۱ مئی ۱۹۹۴ء: آج حضور انور کے خدام الاحمدیہ کے اجتماع سے خطاب کا آخری حصہ، جماعتی پکنک اور جرمنی سے واپس روانگی کے مناظر پیش کئے ہیں۔

یکم جون ۱۹۹۴ء: جرمن اور دیگر قومیتوں کے افراد کے ساتھ ایک مجلس سوال و جواب بہت وسیع پیمانہ پر ۲۸ مئی کو ناصر باغ (جرمنی) میں منعقد ہوئی۔ اس میں حضور انور نے معزز مہمانوں کے سوالات کے جوابات انگریزی میں دئے جن کا ساتھ کے ساتھ جرمن زبان میں رواں ترجمہ مکرم ہدایت اللہ صاحب ہبش پیش کرتے رہے۔ اس مجلس کا ابتدائی حصہ آج ناظرین کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

۲ جون ۱۹۹۴ء: ۲۵ مئی کو جرمنی کے شہر میونخ میں بوسنین مسلمانوں کے ساتھ ایک مجلس سوال و جواب بہت وسیع پیمانے پر منعقد کی گئی۔ وسیع و عریض ہال پوری طرح بھرا ہوا تھا۔ حضور انور نے حاضرین کے سوالات کے جوابات انگریزی میں ارشاد فرمائے جبکہ جوابات کا بوسنین زبان میں رواں ترجمہ ساتھ کے ساتھ ایک بوسنین مسلمان خاتون پیش کر رہی تھیں۔ اس مجلس سوال کا ابتدائی حصہ آج ناظرین کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

۳ جون ۱۹۹۴ء آج کے پروگرام "ملاقات" میں وہ مجلس سوال و جواب پیش کی گئی جو بلجیم میں منعقد ہوئی۔ اس میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دئے:

بقیہ صہ ۱۵ پر ملاحظہ فرمائیں

اداریہ

دعوت الی اللہ میں مسابقت

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۴ مئی تا ۵ جون، جرمنی، بلجیم اور ہالینڈ کا دورہ فرمایا۔ آپ کا یہ للّٰہی سفر ہمیشہ کی طرح خداتعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ ہر پہلو سے بہت ہی کامیاب اور بابرکت رہا۔ جب بھی حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کسی ملک کے دورہ پر تشریف لے جاتے ہیں تو اس ملک کی جماعتیں آپ کے بابرکت قیام سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے لئے بہت بھرپور پروگرام بناتی ہیں۔ چنانچہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا یہ دورہ بھی غیر معمولی مصروفیات سے معمور تھا۔ ہزارہا افراد نے آپ سے ملاقات کر کے براہ راست آپ کی زیارت سے مشرف ہو کر، آپ کی دعاؤں سے حصہ پاتے ہوئے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیں اور قلبی و روحانی تسکین حاصل کی۔ کئی ایک مجالس عرفان اور سوال و جواب کی نشستیں منعقد ہوئیں۔ حضور ایدہ اللہ کے روح پرور ارشادات نے جہاں احمدیوں کے دلوں میں نئے ایمانی ولولے بیدار کئے وہاں سینکڑوں افراد نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں شمولیت کی سعادت حاصل کی۔

اللہ تعالیٰ نے اس دور میں احمدیت کے حق میں جو آسمان سے تائیدی ہوائیں ساری دنیا میں چلائی ہیں ان ہواؤں کے دوش پر جماعت احمدیہ جرمنی، خداتعالیٰ کے فضل کے ساتھ نیکی کے مختلف میدانوں میں بہت تیزی سے مگر مضبوط قدموں کے ساتھ اور وقار کے ساتھ ایک امتیازی شان سے شاہراہ غلبہ اسلام پر آگے بڑھ رہی ہے۔

قریباً دو سال پہلے کی بات ہے جب ایک خطبہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا کہ جماعت احمدیہ جرمنی خداتعالیٰ کے فضل سے دنیا کی تمام جماعتوں میں مالی قربانی کے میدان میں اول آئی ہے۔ انہی دنوں کسی غرض سے مکرم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر جماعت احمدیہ جرمنی کا فون آیا تو خاکسار نے انہیں اس عظیم الشان اعزاز پر مبارکباد پیش کی۔ انہوں نے جواباً الحمدللہ اور جزاکم اللہ فرمایا اور ساتھ ہی کہا کہ خداتعالیٰ کے فضل سے ہمارا مالی قربانی کا نظام ٹھوس بنیادوں پر چل پڑا ہے۔ اب ہم تبلیغ اور دعوت الی اللہ کی طرف مہماتی رنگ میں خصوصی توجہ دے رہے ہیں اور اگلے چند سال میں ہم انشاء اللہ یورپ امریکہ وغیرہ ممالک سے اس میدان میں بھی سبقت حاصل کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔ ان کی ان باتوں میں عجز بھی تھا، عزم و حوصلہ بھی اور اپنے مولا پر کامل توکل بھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے نیک ارادوں میں برکت دی۔ ان کی محنتوں کو قبول فرمایا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جماعت احمدیہ جرمنی خداتعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس میدان میں بھی یورپ اور دیگر مغربی ممالک کی جماعتوں سے سبقت لے گئی ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہالینڈ میں خدام الاحمدیہ کے اجتماع سے خطاب کے موقعہ پر جماعت احمدیہ جرمنی کا بہت ہی محبت کے ساتھ ذکر فرماتے ہوئے ان کی مساعی کو سراہا اور فرمایا کہ خدا کے فضل سے جماعت جرمنی اور خدام الاحمدیہ جرمنی اپنے تناسب کے لحاظ سے یورپ کی تمام جماعتوں کو پیچھے چھوڑ گئی ہے۔ تنظیمی لحاظ سے بھی قدم آگے بڑھ رہا ہے۔ ہر شعبہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے انتظامی لحاظ سے بھی بہتری ہے۔ تبلیغ کے متعلق جو ہدایات انہیں وقتاً فوقتاً دی جاتی رہیں ان پر انہوں نے حوصلے اور عزم کے ساتھ عمل کرتے ہوئے آگے بڑھنا شروع کیا۔ جو مختلف ڈیسکس قائم کئے گئے تھے انہوں نے بھی پوری دلجمعی، محنت اور دعاؤں کے ساتھ کام کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی محنتوں کو قبول فرمایا اور آج خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ جرمنی مستحکم بنیادوں پر قائم ہو کر ہر پہلو سے وسعت پذیر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب ترقیات اور تمکنت دین کے یہ روح پرور نظارے خلافت کی برکت سے ہیں۔ خلافت حقہ اسلامیہ کے ذریعہ صرف غیروں کے مقابل پر ہی دین اسلام کو تمکنت اور شوکت اور غلبہ نصیب نہیں ہوتا بلکہ اندرونی طور پر بھی مومنین کو دین میں استحکام نصیب ہوتا ہے۔ خلیفہ وقت سے زندہ ذاتی تعلق ان کے دلوں میں پاکیزگی پیدا کرتا ہے۔ ان کے قلب و ذہن کو جلا ملتی ہے۔ وہ دین میں علمی لحاظ سے بھی ترقی کرتے ہیں اور ان کی عملی قوتیں بھی غیر معمولی نشوونما پاتی ہیں۔ یوں تو خدا کے فضل سے ساری دنیا سے ہی افراد جماعت اپنے محبوب امام کے ساتھ ایک خاص محبت کا تعلق رکھتے ہیں لیکن جرمنی کو ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی حاصل ہے کہ پاکستان کے علاوہ باقی دنیا کے ممالک میں جرمنی وہ ملک ہے جہاں سے سب سے زیادہ تعداد میں احباب جماعت کے انفرادی خطوط سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں موصول ہوتے ہیں۔ انفرادی سطح پر بھی کثرت سے خلیفہ وقت سے یہ ذاتی رابطہ جہاں ان افراد کی براہ راست تعلیم و تربیت اور تزکیہ نفس کا موجب ہوتا ہے۔ وہاں جب وہ متحد ہو کر نظام جماعت کے تابع اپنی صلاحیتوں کو پوری محنت، دلی خلوص، عزم و حوصلہ اور دعاؤں کے ساتھ استعمال میں لاتے ہیں تو ان کی اجتماعی قوت میں ایک نئی شان پیدا ہو جاتی ہے اور ان کی محنتوں کو ایسے دائمی پھل عطا ہوتے ہیں جو آگے پھر بیج بن کر پھولنے پھلنے والے درختوں میں تبدیل ہو جایا کرتے ہیں۔ جماعت احمدیہ جرمنی کو روحانی میدانوں میں عظیم الشان فتوحات مبارک ہوں۔ اللھم زد وبارک وثبت اقدامھم۔ خدا کرے وہ دن جلد آئے جب نہ صرف جرمنی بلکہ سارا یورپ، ساری دنیا خلافت حقہ اسلامیہ سے وابستہ ہو جائے اور دین اسلام ساری دنیا میں غالب آ جائے۔

احادیث النبی ﷺ

عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهُ قَالَ: اَفْضَلُ الْفَضَائِلِ اَنْ تَصِلَ مَنْ قَطَعَكَ وَتُعْطِيَ مَنْ مَنَعَكَ وَتَصْفَحَ عَمَّنْ شَتَمَكَ.

(مسند أحمد)

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ تو اس سے تعلق قائم رکھے جو تجھ سے تعلق کاٹتا ہے اور اسے بھی دے جو تجھے نہیں دیتا اور اس سے درگزر کرے جو تجھے برا بھلا کہتا ہے۔

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَلاَ عَفَا رَجُلٌ عَنْ مَظْلِمَةٍ اِلاَّ زَادَهُ اللّٰهُ عِزًّا.

(مسند أحمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور جو شخص دوسرے کے قصور معاف کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عزت میں بڑھاتا ہے۔

اپنے بندوں کو کبھی اس نے بسارا تو نہیں

اس سے بہتر کوئی دنیا میں سہارا تو نہیں
اپنے بندوں کو کبھی اس نے بسارا تو نہیں

وہ ہے مختار جسے چاہے مسیحا کردے
اس کی رحمت پہ حریفوں کا اجارا تو نہیں

ان کے قبضے میں صلیبیں بھی ہیں شمشیریں بھی
ان کے قابو میں مگر وقت کا دھارا تو نہیں

لاکھ روشن ہوں مگر روئے منور کی قسم
بزم انجم میں کوئی آپ سا تارا تو نہیں

وقت کہتا ہے کوئی اور ہی دھندا کیجئے
عقل کہتی ہے محبت میں خسارا تو نہیں

جانے کیوں تہمت اغیار پہ خاموش رہے
ان کو بدنامی عشاق گوارا تو نہیں

یوں نہ دیکھا تھا دعاؤں میں کبھی سوز و گداز
استجابت نے کہیں آج پکارا تو نہیں

قرب ایزد کی نہ کیوں راہیں مبشر ڈھونڈیں
غیر کے پاس دل زار کا چارا تو نہیں

(مبشر احمد راجیکی)

"تمام خیر اور بھلائی قرآن میں ہے۔ بجز اُس کے اور کسی جگہ سے بھلائی نہیں مِل سکتی۔"
(تذکرہ ایڈیشن ۱۹۶۹ء صفحہ ۹۰)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔
"........ میں پچھلے دنوں سے، جس کی تاریخ یورپ کے سفر سے بعد کی نہیں بلکہ پہلے کی ہے۔ یہ سمجھ رہا تھا اور میں نے اس کا اس مضمون میں ذکر بھی کیا تھا جو یورپ جانے کے وقت لکھا تھا، کہ اسلام پر حملہ کرنے والا اہل مغرب کا مذہب نہیں بلکہ ان کا تمدن ہے۔ اس تمدن نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ بعض بری باتیں بھی اچھی اور اچھی باتیں بری ہو گئی ہیں۔ گو ہمارے مذہب نے سب اچھی باتیں بیان کی ہیں۔ مگر مسلمانی در کتاب والا معاملہ ہے۔ مسلمانوں کا ان باتوں پر عمل نہیں۔ وہ کتابوں میں بند پڑی ہیں۔ اس لئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ہم میں پائی جاتی ہیں۔ اور نہ لوگ یہ بات ماننے کے لئے تیار ہیں۔ ورنہ ہماری مثال آریوں کی طرح ہوگی جو ہر ایجاد کے متعلق کہہ دیتے ہیں کہ اس کا ذکر وید میں موجود ہے۔ اگر ہم بھی یورپ والوں سے کہیں کہ اچھی باتیں ہمارے مذہب میں موجود ہیں۔ تو وہ ہم پر ہنسیں گے جب تک کہ ہم ان باتوں پر عمل کر کے نہ دکھائیں۔ میں نے بتایا تھا کہ یورپین تمدن کی وہ باتیں جو قرآن کریم اور حدیث کے ماتحت نہیں ان کو تو رد کر دینا چاہئے۔ لیکن جو قرآن اور حدیث میں موجود ہیں انہیں اختیار کر لینا چاہئے۔ مگر اس طرف توجہ نہ ہوئی اور اس بارے میں اتنی روک مردوں کی طرف سے نہیں ہے جتنی عورتوں کی طرف سے ہے۔ عورتوں میں اتنی دلیری نہیں ہے کہ پرانی رسموں اور رواجوں کا مقابلہ کرنے میں کامیاب ہو سکیں۔

اگرچہ ہم اس وقت پورے طور پر اس بات کا فیصلہ نہ کر سکیں کہ عورتوں کو کس حد تک مردوں کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہئے۔ مگر یہ موٹی بات ہے کہ اسلام نے مردوں عورتوں کا اتحاد ایک حد تک ضروری قرار دیا ہے۔ اسلام نے مرد عورت کو ایک حد تک ملنا منع رکھا ہے مگر ضرورتوں کے موقعہ پر ایک حد تک ملنا جائز بھی رکھا ہے۔ حدیث میں آتا ہے اگر مرد سوار ہو اور عورت پیدل جا رہی ہو تو عورت کو اپنے پیچھے سوار کر لے۔ جب ایک مرد ایک عورت کو اس طرح سوار کر کے گھر پہنچا سکتا ہے تو قومی اور مذہبی کاموں میں کیوں مرد و عورت مل کر کام نہیں کر سکتے۔ وہ وقت آئے گا اور ضرور آئے گا جب مرد و عورتیں مل کر کام کریں گے۔ معلوم نہیں ہماری زندگی میں آتا ہے یا بعد میں مگر آئے گا ضرور۔ البتہ ڈر تو اس بات کا ہے کہ عورتوں کو اسلام نے جو آزادی دی ہے وہ نہ دینے کی وجہ سے وہ حدود بھی نہ ٹوٹ جائیں جو اسلام نے مقرر کی ہیں۔

ماسٹر محمد الدین صاحب نے اپنی تقریر میں ایک نکتہ بیان کیا ہے اور وہ یہ کہ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ اگلے جہان کی جنت تو الگ رہی اس دنیا کی جنت بھی ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ تعلیم و تربیت کا

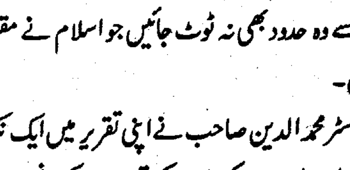

احمدی خواتین کی تعلیم و تربیت

حضرت مولوی محمد الدین صاحب رضی اللہ عنہ جب یورپ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دینے کے بعد ۱۹۲۶ء میں قادیان واپس تشریف لائے تو لجنہ اماء اللہ کی طرف سے آپ کے اعزاز میں ایک استقبالیہ تقریب منعقد کی گئی۔ جس میں سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی شرکت فرمائی۔ اس موقعہ پر لجنہ اماء اللہ کی طرف سے حضرت مولوی محمد الدین صاحب کی خدمت میں ایک استقبالیہ ایڈریس پیش کیا گیا۔ بعد ازاں حضرت مولوی صاحب موصوف نے ایڈریس کے جواب میں تقریر کی اور پھر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے خطاب فرمایا جس میں احمدی خواتین کی تعلیم و تربیت کے متعلق زریں نصائح فرمائیں۔ ذیل میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے خطاب کا ایک حصہ پیش کیا جاتا ہے۔

[مدیر]

جس قدر اثر بچہ پر ہوتا ہے اتنا اور کسی چیز کا نہیں ہوتا۔ اور یہ ماں کے سپرد ہوتی ہے۔

ہمیں تعلیم و تربیت میں جس قدر مشکلات درپیش ہیں ان میں عورتوں کا بھی بہت بڑا حصہ ہے۔ عورتیں کہتی ہیں ہمیں پیچھے رکھا ہوا ہے۔ ہمیں کوئی کام نہیں دیا جاتا۔ میں کسی پر الزام نہیں لگاتا مگر اس ظلم کی وجہ سے جو متواتر عورتوں پر ہوتا چلا آیا ہے اور وہ گری ہوئی ہیں۔ میں یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ وہ خود بھی ہمت نہیں کرتیں کہ ہمارا ہاتھ بٹائیں۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ عورت کے لئے کوئی باہر کا کام کرنا یا ملازمت کرنا ناجائز ہے۔ مگر اس میں بھی شبہ نہیں کہ عورتوں کے کثیر حصہ کا کام گھر میں ہی ہے۔ یورپ میں جہاں اتنی آزادی اور اتنی تعلیم ہے وہاں بھی ۹۰ فیصدی عورتیں گھروں میں ہی کام کرتی ہیں۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ عورتیں کثرت سے مردوں کی طرح کاروبار میں حصہ لے سکیں۔ جب تک یہ فیصلہ نہ ہو جائے کہ نہ ان کی شادی ہوگی اور نہ بچے جنیں گی۔

پس جب یورپ کی عورتیں انتہائی تعلیم پا کر بھی زیادہ تر گھر ہی کام کرتی ہیں تو معلوم ہوا کہ عورتوں کی تعلیم کا جزو اعظم تربیت اولاد اور گھر کا کام ہی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ بچوں کے کپڑے سینا اور پہنانا ہی عورتوں کا کام ہے بلکہ بچوں کو تعلیم دینا بھی ان کا فرض ہے اور اس کے لئے ان کا خود تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ بچہ کی مذہبی تعلیم، امور خانہ داری کا انتظام یعنی حساب کتاب رکھنا، صحت کا خیال رکھنا، خوراک کے متعلق ضروری معلومات ہونا، اوقات کی پابندی کا خیال رکھنا۔ یہ جاننا کہ سونے، جاگنے، اندھیرے اور روشنی وغیرہ کا صحت پر کیا اثر ہوتا ہے۔ کیونکہ عورت نے بچہ کے متعلق ان باتوں کو اس وقت کرنا ہے جس وقت کے اثرات ساری عمر کی کوششوں سے دور نہیں کئے جا سکتے۔ مگر ہماری عورتیں ابھی ان باتوں کے متعلق کچھ نہیں جانتیں۔

اس کے لئے سب سے پہلی چیز جو ضروری ہے۔ وہ تعلیم یافتہ عورتوں کا میسر آنا ہے۔ اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ پہلے استاد عورتیں میسر آ جائیں۔ مردوں کے ذریعہ لڑکیوں کو ایک عرصہ تک تو تعلیم دی جا سکتی ہے۔ زیادہ عمر تک نہیں دی جا سکتی کیونکہ قدرتی طور پر رسم و رواج کے لحاظ سے لڑکی جب جوانی کی عمر کو پہنچتی ہے تو اس میں ایک حد تک حیا پیدا ہونا ضروری ہوتا ہے جسے یورپ میں ضروری نہیں سمجھا جاتا۔ لیکن ہم اسے نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اب ادھر لڑکی میں اس کا پیدا ہونا ضروری ہوتا ہے اور ادھر مرد استاد اسے پڑھانے والا ہو تو اس کے جذبات اور احساسات دب جائیں گے۔ کیونکہ وہ اس عمر کی امنگیں اور جذبات کا اظہار نہ کر سکے گی جو عورت استاد ہونے پر اس کے سامنے کر سکتی تھی۔ ہمیں لڑکیوں کے لئے ایسے استادوں کی ضرورت ہے جو موقع اور محل پر سنجیدگی اور متانت سے بھی کام لیتے ہوں لیکن انہیں ہنسی بھی آ سکتی ہو۔ کھیل کود میں بھی اپنے شاگردوں میں حصہ لے سکیں اور ان میں خوش طبعی پیدا کر سکیں۔ یہ باتیں ہم مردوں کے ذریعہ لڑکیوں میں پیدا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ مردوں کے ذریعہ یا تو ان میں وہ باتیں پیدا ہو جائیں گی جنہیں ہم پیدا نہیں کرنا چاہتے اور جن کے پیدا کرنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ یا وہ مردہ ہو جائیں گی، ان میں روح باقی نہیں رہے گی۔ اس لئے ضروری ہے کہ لڑکیوں کے لئے عورتیں استاد مہیا کی جائیں۔

جن عورتوں کی پڑھائی کا علیحدہ انتظام کیا گیا ہے وہ دراصل استانیاں ہیں نہ کہ طالبات۔ ان میں زیادہ شادی شدہ ہیں اور تھوڑی بن بیاہی ہیں۔ پھر زیادہ وہ ہیں جو پہلے ہی تعلیم یافتہ ہیں اور تھوڑی ایسی ہیں جو کم علم رکھتی ہیں۔ ان سے ہم امید رکھتے ہیں کہ جو اپنے گھروں میں رہنے والی ہونگی وہ بھی وقت دیں گی اور سکول میں لڑکیوں کو پڑھائیں گی تاکہ لڑکیوں میں تعلیم بڑھے۔

دنیا میں یہ عجیب بات ہے کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز کا منبع وسیع ہوتا ہے مگر علم میں یہ بات ہے کہ منبع چھوٹا ہوتا ہے اور آگے جا کر زیادہ وسعت ہو جاتی ہے۔ استاد سے لڑکا زیادہ علم رکھتا ہے جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ شاگرد کو استاد سے ورثہ میں تجربہ اور عقل ملتی ہے۔ اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں بیشک یہ عورتیں ایسی نہ ہونگی جنہیں ہم مکمل استانیاں بنا سکیں۔ مگر ان میں سے جو تعلیم پائیں گی وہ ان سے اعلیٰ ہونگی۔ یہی یورپ میں ہوا اور یہی یہاں بھی ہو سکتا ہے۔ ہم سکول میں بھی مرد مدرس رکھ کر تعلیم دلا سکتے ہیں مگر اس طرح ایسی کامیابی کی امید نہیں ہو سکتی جیسی اس صورت میں ہے کہ مردوں کے ذریعہ استانیاں تیار کی جائیں اور وہ آگے لڑکیوں کو پڑھائیں تاکہ وہ اپنی شاگردوں سے ہنس کھیل بھی سکیں۔ تربیت تب ہی عمدگی سے ہو سکتی ہے جبکہ استاد شاگرد آپس میں کھیل بھی سکیں، مرد یہ نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر یہ استانیاں کام کی ہو جائیں تو یہ لڑکیوں سے مل کر رہ سکیں گی جو لڑکیوں کی استاد بھی ہونگی اور ہمجولی بھی۔ لڑکیاں ان کے ساتھ کھل کر باتیں بھی کر سکیں گی اور ان کے رنگ میں رنگین ہو جائیں گی۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو یہ استانیاں تیار ہو کر ہماری جماعت کی تعلیم مکمل ہو سکے گی۔

ہم پر دوسروں کی نسبت زیادہ ذمہ داریاں ہیں۔ دوسرے لوگ یا تو جہالت پسند کرتے ہیں کہ عورتوں کو تعلیم ہی نہ دلائی جائے یا پھر یورپ کی نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ہم جہالت کو پسند نہیں کر سکتے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ہر حکمت کی بات مومن کی گم شدہ چیز ہے جہاں پائے، لے لے۔ مگر دوسری طرف ہم یورپ کی نقل بھی نہیں کر سکتے۔ اس وجہ سے ہمیں نیا طریق اختیار کرنا ہے۔ نیا اس لئے کہ اب تک جاری نہیں، ورنہ اسلام میں تو موجود ہے۔ اب ہم نے جو کوشش شروع کی ہے وہ اگرچہ بہت چھوٹے پیمانے پر ہے لیکن ہر بات ابتداء میں چھوٹی معلوم ہوتی ہے اور اپنے وقت پر اس کا نتیجہ نکلتا ہے .... یہ ابتدا ہے۔ اگر یہ کام جاری رہا اور اگر عورتوں نے ہمت کی تو بہت کچھ کامیابی ہو سکتی ہے اور خدا تعالیٰ بھی ان کی مدد کرے گا۔

یہی ایڈریس جو اس وقت پیش کیا گیا ہے لجنہ کی سیکرٹری نے جو میری بیوی ہیں، بہت کوشش کی کہ میں اس کو دیکھ کر اصلاح کر دوں لیکن میں نے کہا کہ میں ایک لفظ کی بھی اس میں کمی بیشی نہ کروں گا۔ میں نے کہا کہ تم سمجھتی ہو کہ اگر تمہارے لکھے ہوئے ایڈریس میں کوئی غلطی ہوئی تو لوگ تمہیں جاہل کہیں گے۔ مگر مرد بھی غلطیاں کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں۔ پھر تمہیں کیا خوف ہے۔ وہ ناراض بھی ہوئیں۔ مگر میں نے ان کے مضمون میں دخل نہ دیا۔ میرا مطلب یہ تھا کہ اس طرح امداد دینا عورتوں میں بزدلی پیدا کرنا ہے۔ عورتیں تبھی کام کر سکتی ہیں جب وہ جرات اور دلیری سے کام لیں۔

مجھے سب سے بڑی تعلیم جو حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے دی۔ وہ یہی تھی کہ جب میں پڑھتے ہوئے کوئی سوال کرتا تو آپ فرماتے میاں آگے چلو۔ اس سوال کے متعلق گھر جا کر خود سوچنا۔ گویا آپ مجھے کوئی سوال نہیں کرنے دیتے تھے۔ حافظ روشن علی صاحبؓ کی عادت تھی کہ سوال کیا کرتے تھے اور انہیں جواب بھی دیتے تھے مگر مجھے جواب نہ دیتے اور بعض اوقات تو میرے سوال کرنے پر حافظ صاحب پر ناراض بھی ہوتے کہ تم نے اسے بھی سوال کرنے کی عادت ڈال دی ہے۔ عورتیں کہتی ہیں کہ تم ہمیں تعلیم نہیں دیتے اس لئے ہم علم میں پیچھے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ ہمیں کس نے تعلیم دی۔ خدا تعالیٰ نے علم اکٹھا کر کے مردوں کے پاس نہیں بھیج دیا تھا کہ مردوں نے سارے کا سارا خود لے لیا اور عورتوں کو اس میں سے حصہ نہ دیا۔ مردوں نے خود کوشش کر کے سیکھا، انہیں آ گیا۔ تم بھی کوشش کرو اور سیکھو۔ اور اصل بات تو یہ ہے کہ جس قدر مردوں کو علم سیکھنے میں بیرونی مدد مل سکتی تھی اس سے زیادہ عورتوں کو مل سکتی ہے۔ کیونکہ مرد انہیں سکھانے کے لئے تیار ہیں۔ مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ عورتیں جرات سے کام لیں۔ مضمون لکھنے، تقریر کرنے کی کوشش کریں۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ لوگ ان کے مضمون پڑھ کر یا تقریر سن کر ان کی غلطیوں پر ہنسیں گے مگر ایسے چند ہی لوگ ہونگے۔ زیادہ تر وہی ہونگے جو ان کی جدوجہد کو دیکھ کر محسوس کریں گے کہ وہ قابل عزت ہیں ...."

(الفضل قادیان دارالامان
۱۵ مئی ۱۹۲۶ء صفحہ ۶ تا ۸)

خاکساران جہاں را بہ حقارت منگر

(پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی)

ربوہ میں خان میر افغان صاحب کو چائے کی دکان کھولے دیکھا۔ مگر قادیان میں انہیں حضرت صاحب کے باڈی گارڈ کی حیثیت سے جانا اور پہچانا تھا۔ جمعہ کے لئے حضرت صاحب مسجد اقصیٰ میں تشریف لاتے تو خان میر صاحب ایک لاٹھی تھامے آگے آگے آتے تھے۔ ٹخنوں سے بہت اوپر اور بہت اونچا پاجامہ پہنتے تھے۔ بر میں کوٹ ہوتا، سر پر پگڑی۔ ان کے چہرے پر بہت رعب ہوتا تھا۔ ہم بچے سہم کر دبک جایا کرتے تھے۔

ربوہ میں بہت بوڑھے ہو گئے تھے۔ افغانوں والی کڑک چائے بناتے اور پیتے تھے۔ ہم لوگ کبھی کبھی منہ کا ذائقہ بدلنے کے لئے چائے پیتے تھے اور خان صاحب کی گفتگو سنتے تھے۔ ہم نے انہیں کبھی فضول باتیں کرتے نہیں سنا۔ چائے بناتے، گاہک کو دیتے اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتے۔ ان کا بیٹا حمید اللہ خان ہمارے ساتھ کھیل میں شریک ہوا کرتا تھا اس کا بھی محلہ میں بڑا رعب تھا مگر اپنے ابا کے سامنے بھیگی بلی بنا رہتا تھا۔

نماز کا وقت ہوتا تو خان صاحب سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نماز کے لئے چل دیتے۔ کبھی دوکان (دوکان کیا ایک چھپر تھا) "بند" کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ خان صاحب مسجد میں اول وقت میں پہنچتے اور اطمینان سے نماز میں مشغول ہو جاتے۔ ہم لوگ اکثر حیران ہوتے کہ یہ مسجد میں آ کر کیسے نچنت ہو جاتے ہیں ذرا دکان، سامان، گاہک کی فکر نہیں رہتی ان کی باتیں عالمانہ تو نہ تھیں مگر ہوتی مسئلہ مسائل کے بارہ میں تھیں۔

بازار میں مہند کی کھانے کی دکان تھی جہاں آنہ روٹی دال مفت کا بورڈ لگا رہتا تھا۔ مہند کا اصل نام پتہ نہیں کیا تھا سب لوگ انہیں اسی نام سے جانتے تھے۔ چاچا جمہ ان کا بھائی تھا یا عزیز تھا۔ وہ سالن پکاتا اور بانٹتا تھا۔ مہند صرف روٹی لگانے اور پکانے کا کام کرتے تھے۔ چاچا جمہ کبڑا تھا۔ مگر کام میں خوب مستعد۔ ان کی دال بہت مزیدار ہوتی تھی۔ ہم نے کئی بار کھائی۔ گرم گرم تنور سے اترتی ہوئی روٹی اور چاچے جمے کی دال۔ ہم چند دوست جو صاحب روزگار تھے کبھی کبھی عیاشی کے لئے مہند کے ہوٹل پر روٹی کھاتے تھے۔ اس ہوٹل کو ہم نے "فلیٹیز" کا نام دے رکھا تھا۔ نماز کا وقت ہوتا تو چاچا جمہ کہتا "اٹھو بھائی نماز جا کر پڑھو! ہوٹل کا سارا کاروبار ٹھپ کر دیا جاتا۔ کئی بار ہم نے دیکھا گاہکوں کی ریل پیل ہے مگر نماز کا وقت آیا تو سب کچھ بند! ارد گرد کے دیہات کے جو تھوڑے بہت لوگ یا گاہک ہوتے تھے وہ بہت حیران ہوتے تھے کہ یہ لوگ کیسے ہیں جو کاروبار کی ذرا پروا نہیں کرتے۔ یہ امتیاز ربوہ کو ہمیشہ ہی حاصل رہا کہ ادھر نماز کا وقت ہوا، ادھر سارے بازار بند ہو گئے۔ کالج کے غیر از جماعت لڑکے شروع شروع میں بہت بور ہوتے تھے کہ نماز کے وقت بازار میں ہو کا عالم ہو جاتا ہے۔ اگر ضروری سودا سلف لینے کے لئے بازار جاتے تو نماز کے ختم ہونے کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔

بات مہند اور چاچا جمہ کی تھی۔ دونوں حد سے زیادہ مخلص تھے۔ احمدیت سے تو گویا انہیں عشق تھا اور وہ عشق ان کی باتوں سے نہیں عمل سے ظاہر ہوتا تھا۔

پھر چاچا شریف، سبزی والے تھے مسجد کے عین سامنے (کچے کوارٹروں کی بات کر رہا ہوں) ان کی سبزی کی دکان تھی۔ صاف ستھری سبزی بیچتے تھے۔ ان کے بیٹوں میں خواجہ حنیف مرحوم کبڈی کھیلتے تھے اور ہیرو کے نام سے یاد کئے جاتے تھے۔ اب بھی ان کی اولاد ربوہ میں آباد ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے خوب خوش حال ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ اذان ہوتی تو خواجہ صاحب، اپنے "گلہ" سے اٹھتے، بوریاں، بکھری ہوئی سبزی پر ڈال دیتے اور ٹھک سے مسجد کے اندر۔ ہم لوگ ایک آنہ کی سبزی کے لئے آدھ گھنٹہ انتظار کرتے مگر مجال نہ تھی کہ اذان ہونے کے بعد ذرا سی بھی بکری ہو جائے۔

ان لوگوں نے بزرگوں کی آنکھیں دیکھی تھیں۔ ان کی تربیت ہی ایسی تھی کہ انہیں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے لئے سوچنا نہیں پڑتا تھا۔ چھوٹے موٹے دوکان دار کس شہر یا کس گلی محلہ میں نہیں ہوتے مگر قادیان اور ربوہ کے ان دوکانداروں کی شان اور ہوتی تھی۔ قادیان میں ہمیں اپنے محلہ کے دوکانداروں میں سے ولایت حسین یاد ہیں۔ ان کی مٹھائی بڑی لذیذ ہوتی تھی اور گلاب جامن تو ایسے ہوتے تھے کہ بس انگلیاں چاٹتے رہ جایئے۔ وہ بھی نماز کے وقت مصلے پر نظر آتے تھے۔ گاہک کو نماز ختم ہونے کا انتظار کرنا پڑتا تھا۔

قادیان کے بزرگ دوکانداروں میں سے بابا غلام رسول یاد ہیں۔ یہ افغان تھے۔ دودھ بیچتے تھے۔ اس زمانہ میں یہ تو تصور نہیں تھا کہ دودھ میں پانی بھی ملایا جا سکتا ہے۔ ان کی دکان پر ایک بڑے سے کڑاہے میں دودھ پڑا رہتا اور اوپر ملائی کی تہہ جمی رہتی۔ جتنا دودھ دیتے اتنے حصہ کی ملائی بھی دیتے تھے اور بات وہیں آ گئی کہ ادھر نماز کا بلاوا آیا تو سب کاروبار بند! مگر چنیوٹ میں آ کر وہ عالم بھی دیکھا کہ نماز اذان کی کسی کو فکر نہیں۔ تمام کاروبار علی الاعلان جاری ہیں۔ ہمارے بورڈنگ ہاؤس کے پاس، دودھ کی دو دوکانیں تھیں۔ ایک احمدی کی تھی ایک غیر احمدی کی۔ ہم لوگ بھی وقت بے وقت ضرورت محسوس کرتے اور نماز کا وقت ہوتا تو احمدی کی دوکان بند ملتی۔ ساتھ ساتھ کی دوکان میں اتنا فرق ہوتا تھا۔ احمدیوں نے ہمیشہ نماز کے اوقات کو اہمیت دی اور یہ اہمیت دینے والے کسی دکھاوے کی نیت سے ایسا نہیں کرتے تھے۔ یہ ادب آداب ان کی گھٹی میں پڑا تھا۔

قریشی فضل حق صاحب اور قریشی عبدالغنی صاحب، نلکے لگانے کا کام کرتے تھے۔ یہ بڑی محنت کا کام تھا مگر یہ لوگ محنت سے جی نہیں چراتے تھے۔ قریشی صاحب کا بڑا بیٹا ضیاء الحق ہمارا دوست تھا۔ قریشی عبدالغنی صاحب کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے بہت علم دیا۔ پہلے بیٹی نے انگریزی میں ایم۔ اے کیا، پھر بیٹے نے اور میرا خیال ہے کہ ان کے باقی بیٹے بھی ایم۔ اے، ایم۔ ایس۔ سی ہیں۔ ضیاء الحق سے چھوٹے سراج الحق بھی ایم۔ اے ہیں اور کسی کالج میں لیکچرار ہیں۔ کچے بازار میں قریشی برادران کی وعدہ وفائی ضرب المثل تھی۔ وہ بات جس پر استاذی صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب نے پورا مضمون لکھ دیا ہے کہ ہاتھ سے کام کرنے والوں میں ٹالنے اور وعدہ پر کام نہ کرنے کی عادت راسخ ہو رہی ہے، قریشی برادران میں نہیں تھی حالانکہ چاہتے تو لوگوں کو خوار خراب کرنے کے بہت مواقع انہیں میسر تھے۔ قریشی فضل حق صاحب گول بازار میں امام الصلوٰۃ رہے۔ نہایت کم گو آدمی تھے مگر قرآن بہت پڑھتے تھے۔ فارغ اوقات میں ان کے ہاتھ میں قرآن نظر آتا تھا۔ دعوت الی اللہ تو گویا انکی غذا تھی۔

کچے بازار ہی کی بات ہے، ڈاکٹر عبدالرحیم دہلوی، عینک سازی کا کام کرتے تھے۔ ان کے بیٹے عبدالمنان دہلوی جو افسر حفاظت رہے۔ دراصل ڈاکٹر صاحب کی ہدایت پر کام کیا کرتے تھے۔ کیونکہ ڈاکٹر صاحب بہت ضعیف ہو گئے تھے ان کے صاحبزادے عبدالشکور، جواب دنیا میں "شکور بھائی چشمے والے" کے نام سے جانے پہچانے ہیں اس زمانہ میں یہ کام سیکھا کرتے تھے اور ہمارے ساتھ صرف فٹ بال کھیلتے تھے۔ ان کی یہ شکور بھائیوں والی لمبی داڑھی ابھی نہیں تھی۔ ہم نے پہلی عینک عبدالمنان دہلوی سے بنوائی۔

محلے میں دو سقے تھے اب دونوں کے نام ذہن سے محو ہو گئے ہیں۔ نہایت محنتی اور نہایت مخلص! ہم نے کئی بار دیکھا کہ نلکہ سے بڑی محنت سے مشک بھری ہے مگر مسجد کے قریب سے گزرتے ہوئے دیکھا کہ جماعت ہو رہی ہے تو مشک زمین پر لٹا کر نماز میں شریک ہو گئے اور نماز ختم ہونے تک مشک رس رس کر آدھی رہ گئی!۔

بھائی بشیر جفت ساز اب بھی جفت سازی اور جوتوں کی مرمت کا کام کرتے ہیں۔ اقصیٰ روڈ پر چھوٹا سا چھپر ڈال کر بیٹھے ہیں اب بھی یہ عالم ہے کہ نماز کا وقت ہو تو سب سے پہلے یہی کام چھوڑ چھاڑ کر اٹھتے ہیں۔ اس زمانہ کی تربیت ہی کچھ اور تھی۔ ان کے ارد گرد اور بھی محنت کش بیٹھے تھے مگر پرانے لوگوں کی بات ہی اور ہے کچھ ہوئے تو یہی رندان قدح خوار ہوئے۔

چچا عبدالرحمان، باربرداری کا کام کرتے تھے پہلے ایک گدھا ان کے پاس تھا۔ پھر اللہ نے کشائش دی تو ایک ریڑھا بنا لیا۔ پھر تانگہ جوتنے لگے۔ دل کے حلیم اور زبان کے میٹھے! محلہ بھر میں ان کے علاوہ اور کوئی باربرداری کا کام کرنے والا نہیں تھا۔ مگر اجرت نہایت واجبی لیتے تھے۔ بزرگوں کا احترام ان کی خاص ادا تھی۔ کہیں کوئی خادم سلسلہ نظر آیا نہایت ادب سے جھک کر دونوں ہاتھوں سے سلام کرتے تھے۔ ان کے بیٹوں میں سے عبدالمنان آجکل ربوہ کے مشہور کباب والے ہیں۔ سردیوں میں کباب اور گرمیوں میں آئس کریم۔ اللہ تعالیٰ نے خوب برکت دی ہے۔

اس مضمون میں چن چن کر ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جنہیں عرف عام میں محنت کش کہا جاتا ہے مگر قادیان اور ربوہ کے محنت کش بھی دوسروں سے ممتاز تھے۔ نیک، پاک صاف، نمازی اور مخلص! یہی بظاہر چھوٹے لوگ، بڑے لوگ ہیں کیونکہ انہی لوگوں سے معاشرہ کی پہچان قائم ہوتی ہے۔

اقبال کی فارسی کی ایک رباعی ہے ؎

مریدے فاقہ مستے گفت با شیخ!
کہ یزداں را ز حال ما خبر نیست
بہ ما نزدیک تر از شہ رگ ماست
و لیکن از شکم نزدیک تر نیست

کہ ایک بھوکے مرید نے اپنے شیخ سے کہا کہ خدا کو میرے حال کی خبر نہیں۔ میری شہ رگ سے قریب تر وہ ضرور ہوگا، میرے پیٹ سے نزدیک تر نہیں ہے! مگر ہم نے دیکھا کہ احمدیوں کے بظاہر فاقہ مست اور غریب لوگ بھی خدا کو شہ رگ سے بھی اور پیٹ سے بھی قریب تر ہی جانتے تھے اور حقوق اللہ سے کبھی غافل نہیں ہوتے تھے۔ بانی سلسلہ احمدیہؑ نے معاشرہ میں یہی انقلاب پیدا کیا تھا اور یہ لوگ اس انقلاب کی چلتی پھرتی منہ بولتی تصویر تھے اور ہیں۔

Muslim Television dedicated to the spread of the Unity of God throughout the world.

Muslim TV AHMADIYYA

Satellite transmission for 12 hours daily to the Middle East [Eastern], Asia and Far East - Monday to Sunday 7 am [7.00 hours] to 7 pm [19.00 hours] GMT as well as live transmission to the above areas and also Europe, North Africa and the Middle East - Monday to Thursday 1.15 pm [13.15 hours] to 3.55 pm [15.55 hours] GMT and Friday to Sunday, 12.45 pm [0.45 hours] to 3.55 pm [15.55 hours] GMT

Friday Sermon by Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV - Fridays between 1.15 pm [13.15 hours] to 2.40 pm [14.30 hours] GMT

For further information contact:
The Manager, MTA
Muslim Television Ahmadiyya,
16 Gressenhall Road, London SW18 5QL
Telephone: + 44 - 81 - 870 - 0922
Fax: + 44 - 81 - 870 - 0684

For advertising information, please contact:
Naeem Osman Memon,
MTA - Muslim Television Ahmadiyya,
16 Gressenhall Road, London SW18 5QL

Telephone London
081 874 8902 / 081 875 1285
Fax: London 081 875 0249

TOWNHEAD PHARMACY
31 TOWNHEAD,
KIRKINTILLOCH,
GLASGOW G66 3JW

FOR ALL YOUR
PHARMACEUTICALS
NEEDS PHONE:

041 777 8568
FAX 041 7776 7310

SPECIALISTS IN
22 & 24 CARAT GOLD
JEWELLERY
khalid JEWELLERS
10 Progress Building,
491 Cheetham Hill Road,
Cheetham Hill,
MANCHESTER M8 7HY
PHONE & FAX
061 795 1170

خطبہ جمعہ

تمام دنیا کی فتح حسن خلق پر مبنی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں دعا کے بعد سب سے زیادہ قوی ہتھیار حسن خلق کا ہتھیار تھا

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بتاریخ ۱۳ مئی ۱۹۹۴ء مطابق ۲ ذوالحجہ ۱۴۱۴ ہجری قمری/ ۱۳ ہجرت ۱۳۷۳ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن

(خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ‹بسم الله الرحمٰن الرحيم. الحمد لله رب العٰلمين. الرحمٰن الرحيم. مٰلك يوم الدين. إياك نعبد وإياك نستعين. اهدنا الصراط المستقيم. صراط الذين أنعمتَ عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين.›

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ﴿۳۷﴾

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۳۸﴾

اور پھر فرمایا:-

گزشتہ جمعہ پر جو میں نے تلاوت کے لئے دو آیات چنی تھیں ان سے متعلق آج مجھے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے یہ بتایا کہ وہ آیات تو سورہ الحجرات کی تھیں لیکن لکھنے والے نے غلطی سے حوالہ سورہ تحریم کا درج کر دیا تھا کیونکہ یہ حوالے کی غلطی ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ تمام سننے والے جنہوں نے ریکارڈ بھی کیا تھا۔ خصوصیت کے ساتھ ریکارڈ میں یہ درستی کر لیں۔ آیات وہی ہیں، آیات میں غلطی نہیں ہے مگر حوالہ غلط بھی نامناسب بات ہے اور یہ کتابت کی غلطی تھی جس نے بھی حوالہ درج کیا غلطی سے اس سے ایک اور سورۃ کا نام لکھا گیا تھا۔

یہ جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں ان کے مضمون پر گفتگو سے پہلے میں آج بھی کچھ اجتماعات کا اعلان کرتا ہوں۔ تین ہیں آج کے اجتماعات ۔ ایک تو جماعت احمدیہ جاپان کی مجلس شوریٰ کل چودہ مئی سے شروع ہو رہی ہے۔ دو دن جاری رہ کر پندرہ مئی کو اختتام پذیر ہوگی۔ جماعت احمدیہ جاپان اگرچہ تعداد میں بہت چھوٹی ہے مگر اللہ کے فضل سے کاموں میں اور حوصلے میں بہت بلند ہے اور اب تک مسلسل ان کے اندر استقلال سے نیکیوں کو چمٹنے کی صفت ایسی ہے جو نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے باوجود اس کے کہ جاپان میں آکر پناہ ڈھونڈنے والے یا کام تلاش کرنے والے احمدی تھے جو واپس چلے گئے اور تعداد میں کمی آئی مگر ان کی قربانیوں میں کوئی کمی نہیں آئی۔ پس اللہ ان کو ہمیشہ اپنی راہنمائی، اپنی حفاظت میں رکھے اور ہمیشہ ان کا قدم آگے بڑھاتا رہے اور جو کمی جانے والوں کے نتیجہ میں آئی ہے وہ نئے آنے والوں کے ذریعے پوری فرمائے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر پوری فرمائے۔ نئے آنے والوں سے میری مراد تبلیغ کے ذریعے آنے والے ہیں اور جاپان کی جماعت صرف مالی قربانی میں نہیں بلکہ تبلیغ کے معاملے میں بھی خدا کے فضل سے بڑی مستعد جماعت ہے اور ابھی دو تین دن کی ڈاک میں بعض دوستوں نے اطلاع دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی تبلیغ کو پھل لگے ہیں اور یہ زمانہ تبلیغ کے پھلوں کا زمانہ ہے اور ہر طرف بہار آ رہی ہے اس لئے میں امید رکھتا ہوں کہ جاپان بھی اس الٰہی بہار سے بھرپور حصہ لے گا۔ جاپان میں یہ مشکل ہے کہ تعداد کے مقابل پر اور نفوس کے لحاظ سے جماعت احمدیہ بہت تھوڑی ہے، نہ ہونے کے برابر ہے اور بہت دیر بعد جاپان میں کام شروع ہوا۔ شروع میں تو اس کام کا کوئی نتیجہ نکلا ہی نہیں یعنی سالہا سال تک ہمارے مبلغ پیغام دیتے رہے مگر وہ ماحول اتنا مختلف ہے کہ ان کے ہاں روحانی قدروں کا کوئی تصور ہی نہیں اس لئے جاپان میں کوئی بھی کوشش کار آمد نہ ہوئی لیکن جب خدا کے فضل سے بعض غیر مبلغین لوگ وہاں پہنچے اور انہوں نے مبلغ کو تقویت دی تو وہ ماحول پیدا ہو گیا جس کے نتیجے میں خدا کے فضل سے کوششیں بار آور ہو جایا کرتی ہیں۔ اور اب وہ ماحول ماشاء اللہ بہت عمدگی کے ساتھ اپنے پھل دکھا رہا ہے، اپنے جوہر دکھا رہا ہے۔

جاپان سے متعلق میں ان کو حضرت مصلح موعودؓ کی ایک خواب یاد دلانا چاہتا ہوں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ آپ نے ایک چھوٹا پرندہ کمزور سا پکڑا ہے اور یہ جاپان کی مثال کے طور پر آپ کو دکھایا گیا تھا کہ جاپان میں تبلیغ کیسے ہوگی اور وہ اتنا کمزور ہے کہ اسے غالباً میری کوئی والدہ ہیں ام متین تھیں یا کوئی اور مجھے یاد نہیں وہ اسے کچھ کھلانا چاہتی ہیں تو حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ ابھی اس کا معدہ کمزور ہے کہ بہت تھوڑا تھوڑا کھلاؤ ابھی اس میں ہضم کرنے کی طاقت نہیں ہے اور یہ رویا بہت پرانی اخبار میں چھپی ہوئی ہے مجھے اس کی تفصیل یاد نہ رہی ہو تو اس کا مرکزی نقطہ یہی تھا کہ جاپان کی قوم میں ابھی دین کو ہضم کرنے کی طاقت پیدا نہیں ہوئی اور رفتہ رفتہ اتنا کھلاؤ جتنا اسے ہضم کرنے کی طاقت ہے پس اس پہلو سے جماعت احمدیہ کو وہاں صبر بھی دکھانا چاہئے اور حوصلہ بھی اور حکمت کے ساتھ رفتہ رفتہ روحانی غذا دینے کی کوشش کرنی چاہئے جو ساتھ ساتھ ہضم ہوتی چلی جائے۔

ایک اجتماع مجلس انصار اللہ یو ایس اے کا ہے جو تیرھواں سالانہ اجتماع ہے۔ کل چودہ مئی سے شروع ہو رہا ہے اور پندرہ مئی کو اختتام پذیر ہوگا۔ اور ایک جماعت احمدیہ ملتان کے واقفین نو کی تربیتی کلاس ہے۔ ان سب کو عمومی طور پر میرا پیغام وہی ہے جو میں خطبے میں سب جماعت کو دے رہا ہوں اور اس خطبے میں بھی اسی سلسلے میں چند اور باتیں کروں گا۔

جن آیات کی میں نے تلاوت کی ہے ان کا ترجمہ یہ ہے کہ اور اللہ کی عبادت کرو اور "لا تشرکوا به شیئا" اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہراؤ۔" و بالوالدین احسانا" اور والدین کے ساتھ احسان کا سلوک کرو۔" و بذی القربیٰ" اور اقرباء کے ساتھ بھی، اپنے رشتہ داروں کے ساتھ بھی اور یتیموں کے ساتھ بھی اور مسکینوں کے ساتھ بھی" والجار ذی القربیٰ" اور وہ پڑوسی جو قریب میں رہتے ہوں۔ اس کے مختلف معانی کئے گئے ہیں مگر ایک معنی یہ میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں" والجار ذی القربیٰ" اور وہ پڑوسی جو قریب میں رہتے ہوں۔" والجار الجنب" اور وہ پڑوسی جو پہلو میں رہتے ہیں مگر ویسے رشتہ دار نہیں" والصاحب بالجنب" اور ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے لوگوں کے لئے" وابن السبیل" اور رستہ چلتے یعنی مسافروں کے لئے" و ما ملکت ایمانکم" اور جن پر تمہارے ہاتھوں کو غلبہ عطا ہوا ہو۔ ان سب سے حسن سلوک کرو" انّ اللہ لا یحبّ من کان مختالا فخورا" یاد رکھو اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے اور اترانے والے شخص کو پسند نہیں فرماتا۔ اترانے والا اس کو کہتے ہیں جو چھوٹی سی بات پر اچھلنے لگ جائے اور فخر کے ساتھ دکھاوا کرنے لگے۔ فرمایا فخور، فخر کرنے والے اور اترانے والے شخص کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔" الذین یبخلون و یامرون الناس بالبخل" وہ لوگ جو بخل سے کام لیتے ہیں اور بخل ہی کا حکم بھی دیتے ہیں۔" و یکتمون ما اٰتٰھم اللہ من فضلہ" اور جو خدا نے ان پر فضل فرمائے ہوئے ہیں وہ انہیں لوگوں سے چھپاتے ہیں تاکہ کہیں مانگ نہ بیٹھے۔ بتاتے نہیں ہیں کہ انہیں خدا نے کیا کچھ عطا کیا ہوا ہے۔ انکساری کی بناء پر نہیں بلکہ اس خوف کی وجہ سے نہیں بتاتے کہ لوگوں کو پتہ لگا کہ ہمارے پاس کیا کچھ ہے تو کہیں مانگ نہ بیٹھیں۔" واعتدنا للکٰفرین عذابا مھینا" اور کافروں کے لئے ہم نے ایک ذلت والا عذاب مقرر کر رکھا ہے یا تیار کر رکھا ہے۔ یہ جو آیات ہیں ان کے مضمون پر میں احادیث کے حوالے سے روشنی ڈالوں گا۔

عمومی طور پر ان آیات کا تعارف یہ کرواتا ہوں کہ اللہ کی عبادت جس میں شرک کا شائبہ بھی نہ ہو یہ بنیادی تعلیم ہے۔ وہ عبادت جو خالصۃً اللہ کے لئے ہو اور شرک سے کلیۃً پاک اور صاف ہو وہ انسانی تعلقات منقطع کرنے پر آمادہ نہیں کرتی بلکہ اللہ کے حوالے سے ان تعلقات کو قائم کرنے کی تلقین کرتی ہے۔ پس وہ عبادت گزار جو دنیا سے تعلقات کاٹ کر ایک طرف

ہو جائیں وہ حقیقت میں واحد خدا کی عبادت کرنے والے نہیں بلکہ کسی اور ذات کی عبادت کرتے ہوں گے اللہ کی عبادت کرنے والا جو شرک سے پاک ہو اس کی یہ صفات ہیں اور ان صفات سے اس کی عبادت کا خلوص پہچانا جائے گا کیونکہ جو عبادت انسان خدا کے حضور کرتا ہے اس پر دنیا تو گواہ نہیں ہے اس کے دل کی کیفیت ہے۔ وہ خالصتاً اللہ کے لئے ہے کہ نہیں، شرک سے پاک ہے کہ نہیں۔ یہ سارے وہ معاملات ہیں جن کا رخ خدا کی طرف ہے اور اللہ دیکھ رہا ہے اور بندے کو کچھ پتہ نہیں کہ کیا ہو رہا ہے لیکن ایسے لوگوں کی کچھ علامات ایسی ہیں جو بندے بھی دیکھ سکتے ہیں۔ اور ان علامتوں کو دیکھ کر ان کو معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ خالص عبادت کرنے والا غیر مشرک ہے جس نے اپنے وجود کو تمام تر اللہ کے لئے کر دیا یہ وہ لوگ ہیں جن کی صفات بیان ہو رہی ہیں۔

سب سے پہلے فرمایا وَّبالوالدین احساناً کہ والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ والدین ایک قسم کے رب بن جاتے ہیں کیونکہ والدین کے ذریعے انسان دنیا میں آتا ہے اور خدا تعالیٰ کے بعد سب سے پہلے والدین ہی کا ذکر ضروری تھا اور یہی کیا گیا ہے لیکن والدین کو ایسے مرتبے پر رکھا ہے جہاں فرمایا ان کے ساتھ احسان کا سلوک کرو۔ خدا تعالیٰ کا جہاں تک معاملہ ہے خدا تعالیٰ کے ساتھ احسان کا سلوک ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ خدا تعالیٰ کے احسان ہم پر حاوی ہیں اور اس میں ایک بہت لطیف مضمون یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ اگرچہ ماں باپ تمہیں پیدا کرتے ہیں مگر احسان اللہ کا ہے جب تم ان کے ساتھ حسن سلوک کرو تو ایسا کرو کہ تمہاری طرف سے وہ احسان ان کی طرف رواں ہونے والا ہو۔ ایک اور موقع پر اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ دعا کرو ان کے لئے کہ اے خدا ان سے یہ سلوک فرما۔ اور یہ سلوک فرما کمارَبَّیٰنی صغیراً جس طرح انہوں نے بچپن میں میری تربیت فرمائی اور میری پرورش کی۔ لیکن وہاں بھی یہ نہیں فرمایا کہ والدین کا احسان ہے۔ احسان تو ہے اس کا انکار نہیں یہ نہ غلطی سے سمجھیں کہ نعوذ باللہ من ذلک قرآن کریم والدین کے احسان کی نفی فرما رہا ہے۔ جس سیاق و سباق میں بات ہو رہی ہے وہاں مضمون ہے کہ احسان اللہ ہی کا ہے اور تخلیق کے جو ذرائع اس نے پیدا فرمائے ہیں ان کے ذریعے ایک چیز پیدا ہوتی ہے اور وہ احسان کی خاطر ماں باپ ایسا نہیں کرتے۔ اب آپ دیکھ لیں جو آج کل کی دنیا میں ماں باپ کے سامنے بچے سر اٹھاتے ہیں اور بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں ان میں ایک یہ بات بھی ہوتی ہے کہ تم نے کون سا ہم پر احسان کیا ہے۔ تم نے شادی کی تھی اپنی لذتوں کی خاطر، اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے۔ ہم نے تو پیدا ہونا ہی تھا نہ ہوتے تو پھر تمہیں تکلیف پہنچتی۔ ہم پر کوئی احسان نہیں۔ یہ ایک ایسی بات ہے جو حقیقی ہے میرے سامنے بعض دفعہ مغربی دنیا میں بعض لوگوں نے ذکر کیا کہ یہاں بچے ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں اور

خدا تعالیٰ فرماتا ہے ماں باپ سے احسان کرو لیکن ماں باپ سے احسان یہ اجازت نہیں دیتا کہ کسی اور سے نا انصافی کرو کیونکہ کوئی احسان نا انصافی کی بنیاد پر قائم نہیں ہو سکتا

بعض دفعہ خطوں میں مشرق سے بھی بعض احمدی لکھتے ہیں کہ ہمارے بچوں کے سر پھر گئے ہیں وہ بد تمیزی سے یہ باتیں بھی کرتے ہیں کہ تم نے ہمیں پیدا کیا تمہارا کیا احسان ہے۔ یہ جو مضمون ہے یہ پھر آگے بڑھتا ہے۔ پھر ایسے سرکش خدا پر بھی ایسی ایسی باتیں کرنے لگ جاتے ہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ ماں باپ جب بچوں کو پیدا کرتے ہیں تو احسان کی نیت سے پیدا نہیں کرتے اس میں کوئی شک نہیں لیکن اللہ جب پیدا فرماتا ہے تو احسان کے ساتھ پیدا فرماتا ہے۔ ماں باپ مستغنی نہیں ہیں یعنی اگر ان کے بچے نہ ہوں تو ان میں کمزوری واقع ہوتی ہے لیکن خدا مستغنی ہے اگر وہ بندوں کو پیدا نہ کرے یا یکسر مٹا دے تب بھی وہ اپنی حمد میں، اپنی ذات میں ہر دوسری چیز سے مستغنی رہے گا۔ پس یہ وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا لازماً احسان ہے اپنی مخلوق پر لیکن دوسرے لوگ جو چیزیں پیدا کرتے ہیں ان کا ان پر ان معنوں میں احسان نہیں جیسے خالق کا مخلوق پر احسان ہوا کرتا ہے تو فرمایا مگر تم نے ان سے احسان کا سلوک کرنا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو نسل پیچھے رہ رہی ہے وہ اس سے جو آنے والی نسل ہے مستغنی ہو جایا کرتی ہے اور احسان کے بغیر اس سے تعلقات کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

ماں باپ کبھی بھی بچوں سے مستغنی نہیں ہو سکتے لیکن بچے ماں باپ سے مستغنی ہو سکتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ، پیچھے رہ گئے چھوڑو پرے، ہماری زندگیاں ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں اور ان کا بوجھ محسوس کرتے ہیں۔ پس وہ لوگ جو ماں باپ کی ان قربانیوں کو بھول جاتے ہیں جو چاہے وہ اپنے نفس کی تسکین کی خاطر ہی کرتے ہیں۔ مگر بہر حال قربانیاں ہیں اور بعد کی خدمتوں کو بھول جاتے ہیں ان کو توجہ دلائی کہ تم اگر احسان مند نہیں ہونا چاہتے تو احسان کرو کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تماری خاطر تکلیفیں بہر حال اٹھائی ہیں۔ چنانچہ ماں کے ذکر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھو کتنا لمبا عرصہ وھناً علیٰ وھنٍ ایک تکلیف کے بعد دوسری تکلیف اٹھاتے ہوئے تمہیں ماؤں نے اپنے پیٹوں میں پالا ہے اور یہاں تک کہ تمہاری پیدائش ہوئی پھر اس کے بعد تمہارے لئے تکلیفیں اٹھاتی رہیں تو اللہ احسان کا انکار نہیں فرما رہا مگر ایک نفسیاتی انداز ہے گفتگو کا جو بہت ہی گہرا اور انسانی فطرت سے مطابقت رکھتا ہے۔ بجائے یہ کہنے کے کہ اے بچے اے لڑکے تو اپنے ماں باپ کا احسان یاد کر اور وہ بدلے اتار۔ امر واقع یہ ہے کہ ماں باپ کے احسان کے بدلے اتر ہی نہیں سکتے نہ خدا کے احسان کے اتر سکتے ہیں۔ فرمایا اگر تو بوجھ محسوس کرتا ہے تو احسان کر کیونکہ اسی میں تیری بہتری اور تیری بھلائی ہے اور یہ سارے احسانات جن کا بعد میں ذکر آئے گا یہ اللہ کے احسان کی یاد میں ہی کئے جا رہے ہیں۔ اللہ کے بے شمار احسانات ہیں ان کا بدلہ خدا سے تو آپ اتار نہیں سکتے۔ اللہ فرماتا ہے کہ میرے بندوں پر احسان کرو اگر تم احسان مند ہو اور یہ ہمیں خدا کا احسان اتارنے کی کوشش کرنے میں ایک رستہ بتا دیا۔

یہ بات جو میں بیان کر رہا ہوں یہ حقیقت ہے یہ کوئی ملمع کاری نہیں بلکہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی معنوں میں اس مضمون کو کھول کر ہمارے سامنے رکھا۔

جماعت احمدیہ کے بنیادی اخلاق درست ہو جائیں تو ہمارے تمام معاشرتی اور باہمی لین دین کے مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے

جبکہ فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں سے ناراضگی کا اظہار فرمائے گا اور اس رنگ میں ان سے باتیں کرے گا کہ دیکھو جب میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا، جب میں پیاسا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ جب میں ننگا تھا تو نے مجھے کپڑے نہیں پہنائے جب میں بے گھر تھا مجھے گھر مہیا نہ کیا۔ ہر دفعہ بندہ یہ سن کر کہے گا کہ اے خالق و مالک! میں محتاج ہوں تو محتاج نہیں۔ تو کب پیاسا تھا جبکہ میں نے تجھے پانی نہیں پلایا تو کب بھوکا تھا جب میں نے تجھے کھانا نہیں کھلایا۔ تو ہر دفعہ اللہ یہ جواب دے گا جب میرا ایک بندہ پیاسا تھا اور تو نے اسے پانی نہیں پلایا تو تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ جب میرا ایک غریب بندہ بھوکا تھا اور تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا تو گویا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ اللہ کی عظمتوں کا کوئی حساب نہیں ہے وہ بھی اپنے لئے عاجزی کے رنگ ڈھونڈھ لیتا ہے حالانکہ ہر قسم کے عجز سے پاک ہے۔

تو اس آیت میں یہی مضمون ہے کہ اصل تو خدا کا احسان ہے مگر خدا کا احسان تم خدا پر اتار نہیں سکتے۔ خدا کے احسان کی یاد میں میرے بندوں سے احسان کا سلوک کرو اور ان میں سب سے پہلے ماں باپ کا حق ہے۔ سب سے پہلے، سر فہرست ماں باپ کو بیان فرمایا۔ اب ماں باپ سے متعلق بدقسمتی سے آجکل جو نیا زمانہ ہے اس میں ان کی طرف کم سے کم توجہ رہ گئی ہے۔ مشرق میں بہت سی جگہوں پر ابھی تک یہ قدریں باقی ہیں لیکن مغرب میں تو تیزی سے یہ اعلیٰ قدریں مٹتی جا رہی ہیں اور مشرق میں بھی ایسے دردناک اور تکلیف دہ واقعات سامنے آتے رہتے ہیں کہ نئی نسلیں اپنے ماں باپ کے تقاضے پورے نہیں کرتیں۔ یہ وہ مسائل ہیں جو جماعت احمدیہ کے سامنے بھی وقتاً فوقتاً آتے رہتے ہیں اور یہ مسائل ایسے ہیں جو ایک طرف کے نہیں دوسری طرف کے بھی ہیں اور ان دونوں کے درمیان توازن رکھنا بے حد ضروری ہے۔

یہ بات سمجھا کر پھر میں چند احادیث آپ کے سامنے رکھوں گا۔ توازن اس لئے کہ ماں باپ کے احسان کے نام پر بعض دفعہ بچے ماں باپ کی طرف اتنا جھکتے ہیں کہ بیوی بچوں سے انصاف کے تقاضے بھول جاتے ہیں مگر ان کو یہ یاد نہیں رہتا کہ اللہ تعالیٰ نے احسان کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور احسان نا انصافی پر مبنی ہو ہی نہیں سکتا۔ اس راز کو سمجھیں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ماں باپ

SATELLITES
OFFICIAL SKY AGENTS
SKY
MTV AHMADIYYA
TV ASIA
VIEW THE SERMON EVERY DAY ON EUTELSAT - SATELLITE SYSTEM AVAILABLE FOR ALL SATELLITES IN THE WORLD.
VIEWING CARDS IN STOCK. INSTALLATION AVAILABLE.
MAIL ORDER & INTERNATIONAL EXPORT SERVICE AVAILABLE
WE ACCEPT CREDIT CARDS. CALL FOR COMPETITIVE PRICES. ASK US FOR MORE DETAILS.
S.M SATELLITE SERVICES
15 BRIDGE END, CAMBERLEY, SURREY, GU15 2QX, ENGLAND
TELEPHONE 0276 20916 FAX 0276 678740
RECEIVERS, DECODERS, DISHES, SMART CARDS

سے احسان کرو لیکن ماں باپ سے احسان یہ اجازت نہیں دیتا کہ کسی اور سے نا انصافی کرو کیونکہ کوئی احسان نا انصافی کی بنیاد پر قائم نہیں ہو سکتا۔ اگر بیوی سے نا انصافی کی بنیاد پر ماں باپ کا احسان قائم ہوتا ہے تو اس آیت کریمہ کے مضمون کو جھٹلانے کے بعد رد کرنے کے بعد ایسا ہو سکتا ہے اس کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

یاد رکھیں احسان اور عدل کا یہ جو تعلق ہے یہ قرآن کریم نے بارہا کھولا ہے اور تمام تعلیمات میں یہ تعلق بہت نمایاں ہو کر دکھائی دیتا ہے۔" ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ اللہ" پہلے عدل کا حکم دیتا ہے پھر احسان کا حکم دیتا ہے۔ جس نے عدل نہیں کیا اس نے احسان نہیں کیا اور احسان کے بعد پھر ایتاء ذی القربیٰ کا مقام ہے یعنی اس طرح دو جیسے وہ تمہارے اپنے ہوں اور وہاں احسان کا لفظ ہی بے تعلق دکھائی دینے لگے۔ تو اس لئے میں سمجھا رہا ہوں کہ اکثر مجھے اس قسم کے خط ملتے رہتے ہیں کبھی بچیوں کی طرف سے، کبھی ماں باپ کی طرف سے، کبھی لڑکوں کی طرف سے اور وہ پوچھتے ہیں کہ ماں باپ کے حق میں کیا کیا بات داخل ہے۔ ابھی پاکستان سے ایک نواحمدی خاتون کا خط بھی ملا ہے وہ لکھتی ہیں کہ ماں باپ کے

> **بنیادی طور پر حسن خلق ہے جو حقیقت میں قوموں کو زندہ کیا کرتا ہے اور حسن خلق ہی ہے جو دنیا پر غالب آیا کرتا ہے۔ دلائل اور مسائل سے دنیا نہیں جیتی جاتی**

احسان پر قرآن کریم نے بہت زور دیا ہے یعنی ان کے حقوق ادا کرنے پر بہت زور دیا ہے اور میری احمدیت ان پر اتنی شاق گزر رہی ہے کہ بعض دفعہ مجھے لگتا ہے کہ شاید ماں باپ کا حق ادا نہیں کر رہی اور گناہ کر رہی ہوں۔ ان کو تو میں نے سمجھانے کا خط لکھا ہے تاریخ کے حوالے سے۔ اس ماں کے حوالے سے جس نے اپنے بچے کے اسلام پر اتنی تکلیف محسوس کی تھی کہ ایک موقع پر اس نے کہا اے بیٹے میں تجھے اپنا دودھ نہیں بخشوں گی۔ میں حسرت کے ساتھ مروں گی اور ہمیشہ ہمیش کے لئے ترے دل پر یہ داغ لگا رہے گا کہ میں نے ماں سے بدسلوکی کی تھی اور مجھ سے ناراض گئی۔ الفاظ یہ نہیں تھے مگر مضمون یہی تھا جو ماں نے ادا کیا۔ اس وقت اس کے بیٹے نے کیسی حکمت کی بات کی اور کیسی عقل کی اور کیسی عارفانہ بات کی۔ اس نے کہا تو مجھے بہت پیاری ہے کوئی اور چیز دنیا میں مجھے اتنی پیاری نہیں مگر ایک یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرا خدا۔ پس اگر تو کہتی ہے کہ اللہ اور رسول کو تیری خاطر چھوڑ دوں اور یہ ڈراوا دیتی ہے کہ میں اس حالت میں مروں گی کہ تیرے گناہ نہیں بخشوں گی تو پھر اے ماں! میرے سامنے سو جانیں تیری سسکتی ہوئی نکل جائیں مگر میں خدا کی قسم محمد رسول اللہؐ اور اپنے خدا کو نہیں چھوڑوں گا۔ یہ ہے حفظ مراتب کا معاملہ۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا" اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ ہر دوسرا تعلق اس کے مقابل پر کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔" وبالوالدین احسانا" اب جو کچھ کرو اللہ کی خاطر کرو کیوں کہ ہر شریک کی نفی ہو چکی ہے۔ ہر خاطر کی نفی ہو چکی ہے۔ اللہ کی خاطر کرو اور سب سے پہلے یاد رکھو کہ اللہ تمہیں والدین سے احسان کے سلوک کی ہدایت فرماتا ہے۔ اب احسان کا سلوک جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے حقوق کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا جائے گا اور بہت ہی باریک توازن ہے جو آپ کو لازماً اختیار کرنا ہو گا۔ اگر ماں اس بات پر راضی ہے کہ آپ دوسروں سے عدل کا سلوک نہ کریں تو پھر آپ کا ماں سے راضی ہونا یا ماں کو راضی رکھنا فرض نہیں ہے بلکہ اگر آپ عدل کو قربان کر کے ایسا کریں گے تو خدا سے بے وفائی کر کے ایسا کریں گے۔ لیکن دوسری طرف یہ بھی حکم ہے کہ ماں باپ چاہے زیادتیاں کرتے چلے جائیں ان کے سامنے اُف نہیں کرنی۔ ایسی صورت میں ماں باپ کی زیادتیاں برداشت کریں۔ وہ جتنے طعنے دیں، جس قدر سخت کلامی کریں آپ اف نہ کریں کیونکہ خدا کی خاطر آپ یہ برداشت کر رہے ہیں لیکن کسی کی حق تلفی نہیں کرنی۔ اس کے برعکس دوسری صورت بھی ہے کہ ماں باپ کو ایک ردی کی چیز کے طور پر پھینک دیا جاتا ہے اور بیوی بچوں کے ساتھ ایک انسان عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتا ہے۔ یہ بھی نہ صرف عدل کے تقاضوں کے بالکل مخالف ہے بلکہ ایک بہت بڑا گناہ بن جاتا ہے۔ یہ صورت حال ہے اس کو باریک توازن کے ذریعے درست حالت میں رکھنا ایک بڑا مشکل کام ہے۔

لیکن اگر آپ غور کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ اصل معاملہ حسن خلق یا بد اخلاقی کا ہے۔ وہ لوگ جن کے اخلاق درست ہوں وہاں یہ مسائل اٹھتے ہی نہیں ہیں۔ جن کے اعلیٰ اخلاق ہوں وہاں تو اس بات کا کوئی واہمہ بھی پیدا نہیں ہو سکتا کہ کوئی بیٹا ماں اور بیوی کے حقوق کے درمیان یہ جنگ لڑ رہا ہو کہ کس کو کیا دوں اور کس سے کیسا سلوک کروں۔ وہاں تو ہر

> **گھر بھی اعلیٰ اخلاق سے جیتے جائیں گے۔ دنیا بھی اعلیٰ خلق سے ہی جیتی جائے گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طریق ہمیں سمجھائے ہیں وہ ضرور دلوں کو فتح کرنے والے ہیں**

آدمی ایک دوسرے پر فدا ہو رہا ہوتا ہے، ایک دوسرے کے لئے قربانی کر رہا ہوتا ہے۔ چنانچہ ماں باپ کے علاوہ ایک دوسری لسٹ لمبی سی ہے ان کا بھی خیال رکھنا ہو گا۔

پس میں نے جہاں تک ان حالات کا جائزہ لیا ہے مجھے ہر دفعہ بنیادی بیماری اخلاق کی کمزوری دکھائی دیتی ہے جہاں مائیں مثلاً اچھے اخلاق کی ہوں اور بہوئیں بھی اچھے اخلاق کی وہاں مل جائیں وہاں دونوں طرف سے ایسے ایسے پیارے فدائیت کے خط آتے ہیں کہ دل کی گہرائیوں سے از خود دعائیں اٹھتی ہیں اور ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ سبحان اللہ کیسی پیاری بہو اور کیسی پیاری ساس ہے کہ اپنے خطوں میں الگ الگ ایک دوسرے کی تعریفیں، ان کے لئے دعائیں، انہوں نے ہمارا دل راضی کر دیا۔ بہوئیں لکھتی ہیں کہ ہمیں تو بعض دفعہ لگتا ہے ہ ہماری ماں سے زیادہ پیار کرنے والی ہے اور ساسیں لکھتی ہیں کہ ہماری بیٹیوں نے کب ہماری ایسی خدمت کی تھی جیسی یہ بہو کر رہی ہے۔ یہ تو بیٹیوں سے بڑھ گئی ہے۔ پس جہاں حسن خلق ہو وہاں نا انصافیوں کا تو وہم و گمان بھی باقی نہیں رہتا۔ احسان سے معاملہ ایتاء ذی القربیٰ میں داخل ہو جاتا ہے اور دنیا میں انسان کو جنت مل جاتی ہے۔ پس میری یہ کوشش ہے اور میں لمبے عرصے سے یہ کوشش کر رہا ہوں کہ جماعت احمدیہ کے بنیادی اخلاق درست ہو جائیں تو ہمارے تمام معاشرتی اور باہمی لین دین کے مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔ بنیادی طور پر حسن خلق ہے جو حقیقت میں قوموں کو زندہ کیا کرتا ہے اور حسن خلق ہی ہے جو دنیا پر غالب آیا کرتا ہے۔ دلائل اور مسائل سے دنیا نہیں جیتی جاتی۔ دلائل اور مسائل سے تو بعض دفعہ فساد بڑھتے ہیں۔ لیکن حسن خلق سے گھر بھی جیتے جاتے ہیں اور گلیاں بھی جیتی جاتی ہیں اور شہر بھی جیتے جاتے ہیں اور ملک بھی جیتے جاتے ہیں۔ تمام دنیا کی فتح حسن خلق پر مبنی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں دعا کے بعد سب سے زیادہ قوی ہتھیار حسن خلق کا ہتھیار تھا۔

پس گھریلو مسائل ہوں یا تمدنی مسائل ہوں یا مذہبی مسائل ہوں جماعت احمدیہ کو ایسے اعلیٰ اخلاق اختیار کرنے چاہئیں کہ جن کے نتیجے میں جن کو لوگ مسائل کہتے ہیں وہ دکھائی نہ دیں، مسائل اٹھیں ہی نہ۔ کیونکہ اعلیٰ اخلاق کے آدمی کے سامنے مسائل گھلتے رہتے ہیں جیسے غالب کہتا ہے۔

پر تو خلد سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم

اس طرح بد اخلاقیاں اور مسائل ایک اعلیٰ اخلاق کے چہرے کے سامنے از خود گھل جاتے ہیں پس وہ اعلیٰ اخلاق ہیں جن کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے حوالے سے میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بخاری میں حضرت ابن عمرؓ کی یہ حدیث درج ہے۔ ابن عمرؓ حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل ہمیشہ مجھے پڑوسی سے حسن سلوک کی تاکید کرتا آ رہا ہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ کہیں وہ اسے وارث ہی نہ بنا دے۔

پڑوسی کے ساتھ اتنا حسن سلوک کہ فرمایا مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید آئندہ کبھی آئے تو وارث ہونے کی تعلیم بھی دے دے کہ پڑوسی کو خدا تعالیٰ نے تمہارے اموال میں وارث قرار دے دیا ہے اور یہ وہ رشتہ ہے جس میں مذہب کا اور خون کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا "والجار ذی القربیٰ" جو قریبی ہیں اقرباء پڑوسی ہیں ان کا بھی خیال رکھنا ہے۔ لیکن جو بے تعلق ہیں ان کے ساتھ بھی برابر حسن سلوک کرنا ہے۔ پس یہ وہ مضمون ہے جس کو مغرب میں بہت کم سمجھا جاتا ہے کیونکہ یہاں پڑوسی بعض دفعہ اس طرح ساتھ ساتھ رہتے ہیں کہ سالہا سال گزر جاتے ہیں اور کسی کو یہ بھی خبر نہیں ہوتی۔ وہ کون ہے کہاں سے آیا۔ پھر چلا گیا تو کہاں چلا گیا اور لوگ یہ بات پسند بھی نہیں کرتے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس رنگ میں پڑوسی سے تعلق کی ہدایت فرمائی ہے اس کے پیش نظر یہ تعلقات اجنبی ہونے کی بجائے

Earlsfield Properties

RENTING AGENTS 081 877 0762

PROPERTIES WANTED IN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS

پسندیدہ ہوسکتے ہیں اور ان پڑوسیوں میں بھی جو اسلام کی روح سے نا آشنا ہیں ان میں بھی اسلام کے حسن کے ذریعہ ان کے دلوں کو فتح کیا جاسکتا ہے۔ آنحضور نے ایک موقعہ پر ہدایت فرمائی کہ بہتر ہے کہ ایک عورت اپنے شوربے کو ذرا لمبا کرلے یعنی کھانا پکا رہی ہے تو تھوڑا سا اور پانی ڈال لے تاکہ ہمسائے کو بھی کچھ پہنچا سکے۔ اب یہ ایک فطری بات ہے کہ اگر آپ پڑوسی کے معاملات میں ویسے دخل دیں اور کھڑے ہو کے اس سے باتیں کرنا شروع کریں تو کم سے کم انگریز مزاج تو اس کے خلاف بھڑکے گا اور بالکل پسند نہیں کرتا کہ آپ جاتے اس کو چھیڑیں، اسے سلام دعا کریں اور کھڑے ہو کر بعض دفعہ باتیں کرنے کی کوشش کریں یا پوچھنے لگ جائیں تم کون ہو لیکن اگر اسے کوئی تحفہ پہنچا دیں کہ آج ہمارے گھر میں یہ پکا ہے اور ہم نے چاہا کہ تمہیں بھی شریک کریں تو ہرگز اس کے خلاف کوئی بد ردعمل نہیں ہوگا۔ بلکہ غیر معمولی طور پر ایسے لوگ متاثر ہوتے ہیں۔

مجھے جرمنی سے ایک خاتون نے خط لکھا جن کے ہمسائیوں سے بہت اچھے قریبی مراسم مضبوط ہونے لگ گئے، قرار پاگئے اور اس کی وجہ انہوں نے یہ بتائی کہ ایک موقع پر کوئی چیز انہوں نے پکائی تو اپنے ہمسائے کو بھجوادی یہ کہہ کر کہ یہ ہمارا پاکستانی طرز کا کھانا ہے۔ میں نے سوچا کہ آپ کو بھی کھلائیں۔ اتنا متاثر ہوا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایسے واقعات بھی اس دنیا میں ہوسکتے ہیں۔ یہ خود گھر پر چل کر شکریہ ادا کرنے کے لئے آیا اور پھر تبلیغ کی ساری باتیں سنیں، دلچسپی لی، کتابیں مانگیں اور اب پورا تبلیغ کا سلسلہ اس کے ساتھ شروع ہوچکا ہے۔ تو جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا گھر بھی اعلیٰ خلق سے جیتے جائیں گے۔ دنیا بھی اعلیٰ خلق سے ہی جیتی جائے گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طریق ہمیں سمجھائے ہیں وہ ضرور دلوں کو فتح کرنے والے ہیں۔

پھر حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم وہ شخص مومن نہیں ہے، خدا کی قسم وہ شخص مومن نہیں ہے۔ بار بار آپؐ نے فرمایا خدا تعالیٰ کی قسم وہ شخص مومن نہیں۔ آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہؐ کون مومن نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا وہ جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں اور اس کے اچانک واروں سے محفوظ نہ ہو۔

یہ زمانہ تبلیغ کے پھلوں کا زمانہ ہے اور ہر طرف بہار آرہی ہے

اب یہ جو بات ہے یہ آجکل ایک بیماری بن گئی ہے کہ پڑوسیوں سے جھگڑے اور یہ بیماری مغرب میں زیادہ نہیں پائی جاتی، مشرق میں زیادہ پائی جاتی ہے اور یہاں بھی جو پڑوسیوں کے جھگڑے ہیں الا ماشاء اللہ۔ کبھی کبھی دوسرے پڑوسیوں سے بھی جھگڑے چلتے ہیں مگر اس کی وجہ کچھ اور تعصبات ہوتے ہیں روز مرہ کی زندگی میں انگلستان میں یا جرمنی میں پڑوسی پڑوسی سے جھگڑنا نہیں کوئی واسطہ ہی نہیں رکھتا۔ اس کی اپنی دنیا ہے۔ اس کی اپنی دنیا ہے جہاں جھگڑے چلیں گے وہاں عام طور پر "ریس ازم" یا اس قسم کے بعض دوسرے عناصر ہیں جو عمل دخل دکھاتے ہیں ورنہ عام طور پر جھگڑے نہیں چلتے۔ ہمارے ملک میں جہاں پڑوسی سے حسن سلوک کا رجحان بھی پایا جاتا ہے وہاں جھگڑنے کا بھی رجحان پایا جاتا ہے اور بعض دفعہ پڑوسیوں میں بڑی سخت تو تو، میں میں ہوتی ہے۔ لاہور میں تو ایک دفعہ ایک محلے میں میں گیا تھا بچپن میں، تو وہاں پتہ چلا کہ پڑوسیوں کے جھگڑے کئی کئی دن، بعض دفعہ مہینوں چلتے ہیں اور وہ گالیاں دے دے کر ایک دوسرے کو پھر پرات الٹ کے عورتیں چلی جایا کرتی تھیں کہ اب ہم دوبارہ آئیں گی تو پرات الٹ کے پھر تمہیں باقی گالیاں دیں گی۔ ہمارے ملک خدا بخش صاحب جو ملک عطاء الرحمٰن صاحب کے والد ہیں ان کے ہاں میں گیا تھا ایک دفعہ بچپن میں، جب میں کالج میں پڑھتا تھا تو ان کے پڑوس میں یہ قصے چل رہے تھے میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھے تو میں حیران رہ گیا میں نے کہا یہ کیا ہوگیا انہوں نے کہا یہ تو روز مرہ کی بات ہے یہ تو کوئی حیرانی کی بات ہی نہیں سارا محلہ اس طرح چل رہا ہے، تو یہ بدیاں بھی ہیں۔

حسن سلوک کرنے کا جو مادہ ہے اگر یہ نہ رہے تو بدی میں تبدیل ہوجایا کرتا ہے۔ بے تعلقی بے تعلقی میں ہی رہتی ہے اس لئے نہ حسن نہ قبح۔ نہ خوبی نہ برائی۔ مگر وہ قومیں جو اپنی خوبیوں کی حفاظت نہیں کرتیں وہ خوبیاں پھر بدیوں میں تبدیل ہو جایا کرتی ہیں۔ پس اگر آپ نے حسن سلوک نہ کیا تو اس حدیث کی نصیحت کے یا انذار کے نیچے آپ آئیں گے۔ فرمایا وہ مومن نہیں خدا کی قسم وہ مومن نہیں۔ پوچھا گیا کون؟ تو فرمایا وہ جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں اور اچانک حملوں سے محفوظ نہ ہو۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے صحیح بخاری کتاب الایمان میں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک حقیقی مومن نہیں بن سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

جس طرح قرآن کریم کا مضمون اقرباء سے شروع ہو کر پھر پھیلتا چلا جارہا ہے احادیث میں بھی اقرباء کے ذکر بڑی عمدگی اور گہرائی اور تفصیل کے ساتھ ہیں اور پھر درجہ بدرجہ تعلقات کے پھیلاؤ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی نصیحتوں کا فیض بھی پھیلتا چلا جاتا ہے۔ فرمایا کوئی مومن حقیقی مومن نہیں بن سکتا۔ اس مرتبہ اس کی یہ تشریح فرمائی جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ یہ ایک ایسی چھوٹی سی نصیحت ہے جس سے بڑی نصیحت ممکن ہی نہیں ہے۔ انسانی تعلقات کو درست کرنے کے لئے اس چھوٹی سی بات میں تمام انسانی مصالح بیان فرما دیئے گئے ہیں ایک طرز فکر کا ذکر ہے اگر تم اپنے

امر واقعہ یہ ہے کہ ماں باپ کے احسان کے بدلے اتر ہی نہیں سکتے۔ نہ خدا کے احسان کے اتر سکتے ہیں۔ فرمایا اگر تو بوجھ محسوس کرتا ہے تو احسان کر کیونکہ اسی میں تیری بہتری اور تیری بھلائی ہے

بھائی کے لئے وہی پسند کرو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو تو اس کی عزتیں تم سے محفوظ ہوگئیں اس کے مال تم سے محفوظ ہوگئے اس کے تمام حقوق تمہارے ہاتھوں میں اسی طرح محفوظ ہوں گے جس طرح اس کے اپنے ہاتھوں میں ہیں۔ اتنی عظیم الشان تعلیم ہے کہ تمام دنیا کے انسانی روابط میں خواہ وہ انفرادی سطح پر ہوں یا ملکی اور تمدنی سطح پر ہوں تمام دنیا کے مسائل کا حل اس اصلاحی مشورے میں داخل ہے کہ تم دوسروں کے لئے وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اب تمام دنیا میں جو ملکی سیاست چل رہی ہے اس میں کہاں اس بات کو داخل ہونے کی گنجائش ہے وہ اپنے لئے کچھ اور پسند کرتے ہیں دوسرے کے لئے کچھ اور پسند کرتے ہیں۔ رشتے داروں میں بھی یہی حال ہورہا ہے یہاں تک کہ بعض دفعہ مشورہ بھی مانگا جائے تو مشورہ دینے والا امین نہیں رہتا۔ ایسا مشورہ دیتا ہے کہ جو کسی اپنے عزیز کو نہیں دے سکتا اور ایسی نگاہیں دوسروں پر ڈالتا ہے جو اپنے کسی عزیز پر نہیں ڈال سکتا۔ پس یہ وہ نصیحت ہے کہ گہرائی کے ساتھ اس کے مضمون کو سمجھنے کے بعد اپنانے سے ہمارا معاشرہ حقیقتاً جنت کا نشان بن سکتا ہے۔ ہماری تمام بداخلاقیوں کو دور کرنے کا راز اس نصیحت میں ہے تمام حسن خلق اختیار کرنے کا راز اس نصیحت میں ہے کہ جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے متعلق حضرت عبداللہ بن ابی طوفہؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ کا اپنا ملنے جلنے کا انداز کیا تھا۔ فرماتے ہیں کہ تکبر نام کو بھی نہیں تھا نہ آپ ناک چڑھاتے نہ اس بات سے برا مناتے اور بچتے کہ آپ بیواؤں اور مسکینوں کے ساتھ چلیں۔

بعض لوگوں میں یہ عادت ہوتی ہے کہ کوئی غریب ساتھ چل رہا ہو تو اس سے کچھ فاصلہ رکھتے ہیں اور کئی دفعہ روز مرہ زندگی میں ہم نے دیکھا ہے ہمیشہ سے ہی ایسے واقعات دیکھنے میں آتے رہتے ہیں کہ بھرے بازار میں اگر کوئی امیر چل رہا ہو اور غریب اس کے ساتھ چل پڑے تو وہ اپنی اداؤں سے، اپنے انداز سے ایک فاصلہ بناتا ہے تاکہ دیکھنے والا محسوس کرے کہ ہم ایک نہیں ہیں اور اس طرح اس سے بات کرتا ہے کہ وقتی طور پر بات کرے اور کسی طرح پیچھا چھوٹے یہ اپنی راہ لے اور یہ جو فاصلے ہیں یہ ضروری نہیں کہ دور ہٹ کر بنائے جائیں انسانی انداز میں یہ فاصلے پائے جاتے ہیں اور دیکھنے والے صاحب فہم انسان کو دکھائی دیتا ہے آنحضرت

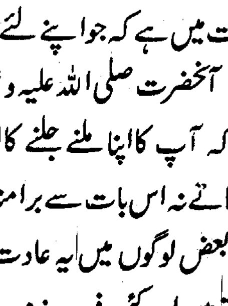

DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES
DIRECT TO THE PUBLIC

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL,
MIDDLESEX, UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا مرتبہ اور مقام دیکھیں اور ایک صحابی کا جس نے بڑی باریک نظر سے آپ کے معاملات کو دیکھا ہے یہ بیان سنیں فرماتے ہیں آپ بیواؤں اور مسکینوں کے ساتھ اس طرح چلتے تھے کہ ان کے ساتھ چلنے کو کبھی آپ نے اپنی شان کے منافی نہیں سمجھا۔ مل جل کر ان کے ساتھ چلا کرتے تھے ایک ہو کر چلا کرتے تھے اور ان کے کام آتے تھے اور ان کی مدد کرتے تھے بے سہارا عورتوں اور مسکینوں اور غریبوں کی مدد کے لئے ہروقت کمربستہ رہتے اور اس میں خوشی محسوس کرتے تھے۔

اب یہ جو آخری پہلو ہے اس حدیث کا یہ بہت ہی اہم ہے۔ نیکیاں یا اس قسم کے اخلاق جن کا ذکر کیا جارہا ہے یہ دو طرح سے اختیار ہوسکتے ہیں اول چونکہ خدا نے فرمایا چونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایسا کیا اس لئے ہمیں کرنا چاہئے لیکن طبیعت پر بار رہتا ہے

اللہ کے بے شمار احسانات ہیں ان کا بدلہ خدا سے تو آپ اتار نہیں سکتے اللہ فرماتا ہے کہ میرے بندوں پر احسان کرو اگر تم احسان مند ہو

اگر طبیعت پر بار رہتا ہے تو پھر آپ نے سنت پوری نہیں کی اگر محمد رسول اللہ کی سنت پر چلنا ہے تو پھر اپنے کمزور بھائیوں سے ایسا ذاتی تعلق پیدا کریں کہ ان کی مدد سے آپ کے دلوں میں خوشی پیدا ہوتی ہو اور اس سے لطف آتا ہو اور اگر یہ ہوجائے تو آپ کی نیکی کی حفاظت کے لئے اس سے بڑا ضامن اور کوئی نہیں۔ ہر وہ نیکی جو کوفت پیدا کرتی ہے جس سے تھکاوٹ ہو یا بیزاری ہو وہ نیکی نہ افراد میں زندہ رہتی ہے نہ قوموں میں زندہ رہا کرتی ہے۔ نیکی وہی زندہ رہتی ہے جس کے ساتھ ایسا ذاتی تعلق ہو کہ نیکی کے بعد لطف آئے۔ پس ہر انسان اس پہلو سے خود غرض ہے۔ وہ غرض کے بغیر کوئی چیز نہ اختیار کرسکتا ہے نہ کسی چیز کو ہمیشہ کے لئے اپنا سکتا ہے۔ وقتی طور پر بعض مجبوریوں کے پیش نظر، بعض اصولوں کی خاطر ایک انسان طبیعت کے خلاف کام بھی کرلیتا ہے مگر ہمیشہ وہ نیکیاں اس کے ساتھ نہیں رہتیں جب تک اس کے دل کا جزو نہ بن جائیں جب تک ان نیکیوں سے پیار نہ پیدا ہوجائے اور ان نیکیوں کے کرنے سے دلوں میں ایک طبعی بشاشت پیدا نہ ہو۔ پس یہ صحابی بڑے ہی زیرک انسان تھے جنہوں نے سیرت کو بیان کیا ہے اور اس گہرائی سے بیان کیا ہے۔ محسوس کیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جب خدمت کرتے تھے تو کوئی طبیعت پر بوجھ نہیں ہوتا تھا بلکہ خوشی کا احساس نمایاں تھا۔ اس سے لطف آرہا ہے کہ آہا کتنا اچھا موقع ملا میں اپنے غریب بھائی کے کام آرہا ہوں۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ آپؐ نے ایک موقع پر فرمایا کہ شادی کی بدترین دعوت وہ ہے جس میں امراء کو بلایا جائے اور غرباء کو چھوڑ دیا جائے۔

اب ہمارے ملک میں بھی میں نے دیکھا ہے کہ دن بدن یعنی پاکستان کی بات میں کر رہا ہوں اور اسی طرح اور بھی بہت سے ملکوں میں یہ رواج ہے اور یورپ میں تو اس بات کا تصور ہی نہیں کہ اپنے تعلقات کے دائرے سے ہٹ کر بھی کسی کو دعوتوں میں بلایا جائے مگر ہمارے ملکوں میں بھی یعنی نسبتاً غریب ملکوں میں یہ رواج اب زور پکڑ رہا ہے کہ امراء کی دعوتیں اتنی اونچی سطح پر اٹھتی ہیں کہ وہاں کسی غریب کو چہرہ دکھانے کی بھی مجال نہیں۔ اور اگر غریب رشتہ دار بھی ہوں تو ان سے انحراف کیا جاتا ہے کہ کہیں ہمارے لئے شرمندگی کا موجب نہ بنیں اور امیروں کی دعوتیں الگ ہیں ان کے انداز ہی عیش و عشرت کے الگ ہیں اور غریبوں کی دعوتیں الگ ہیں غریبوں کی دعوتوں میں امیر نہیں جاتے اور امیروں کی دعوت میں غریبوں کو بلایا نہیں جاتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں "شادی کی بدترین دعوت" ۔ اور اکثر ایسا شادی بیاہ کے موقع پر ہوتا ہے فرمایا شادی کی بدترین دعوت وہ ہے جس میں امراء کو تو بلایا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے اور اس کے ساتھ ایک عجیب بات فرمائی اور "جو شادی کی دعوت کو قبول نہ کرے وہ اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان ہے" اب یہ ایک وسیع مضمون کا ایک ٹکڑا ہے اور اگر اس کو پہلے مضمون کے تعلق کے ساتھ جوڑ کر نہ سمجھیں تو بات سمجھ میں نہیں آئے گی۔ بیسیوں مرتبہ آپ نے بھی شادی کی دعوت کو کسی مجبوری سے قبول نہیں کیا ہوگا اور جہاں تک اپنے قریبیوں، دوستوں، عزیزوں کی شادی کی دعوت کا تعلق ہے وہ تو آپ شوق سے جاتے ہیں انتظار کرتے ہیں کہ آپ کو دعوت نامہ آئے بعض دفعہ نہ بھی آئے تو چلے جاتے ہیں پھر کن دعوتوں کا ذکر ہے یہ اصل میں غریب دعوتوں کا ذکر ہے امراء کے مقابل پر غریبوں کا ذکر چلا ہے فرمایا ہے بدنصیب اور بدبخت ہیں وہ شادیاں جن میں بلانے والے غریبوں کو نہ بلائیں اور صرف امیروں کو بلائیں اور پھر جب غریب اپنی شادیوں پر ان کو بلائیں تو یہ وہاں نہ جائیں کہ یہ غریبوں کی شادی ہے اس لئے شادی بیاہ کے موقع پر میں نے جماعت کو نصیحت کی تھی اور اب وہ غالباً چھپ کر تمام دنیا میں پہنچ چکی ہوگی اس میں یہ بات بطور خاص داخل کی تھی کہ امیروں کو خاص طور پر غریبوں کی شادی میں پہنچنا چاہئے بلکہ کوشش کرنی چاہئے کہ وہ اور ان کی بچیاں جو بھی اس بات کے لئے وقت نکال سکیں وقت سے پہلے وہاں جائیں اور ان کے گھروں کو صاف ستھرا کریں ان کو تیار کریں ان کی کمیاں دور کریں کھانا پکانے وغیرہ میں ان کی مدد کی جائے اور جو چیزیں وہ نہیں خرید سکتے وہ اپنی طرف سے خرید کر ان میں داخل کریں اور یہ تبھی ممکن ہے کہ اگر وہ جائیں اور ان کی غربت کو دیکھیں کیونکہ محض نصیحت سے انسان کا دل حقیقت میں پگھل نہیں سکتا لیکن آنکھیں جب دیکھتی ہیں ایک حالت کو تو پھر ضرور پگھلتا ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جو نصیحتیں فرمائی ہیں بہت ہی گہری، بہت ہی دیرپا اور دور کا اثر رکھنے والی ہیں کیونکہ حقیقت ہے کہ جب ایک غریب آپ کی شادیوں میں آئے گا اس کے کپڑوں کو آپ دیکھیں گے اور پھر اگر کوئی انسانیت ہو اور وہ عورتیں جو آپس میں پہلے یہ جھگڑ رہی تھیں کہ میرے کپڑے ایسے تھے اور تیرے کیسے ہوگئے جو گھر میں بچیاں شکوے کرتی ہیں کہ میری فلاں بہن کے تم نے اچھے بنا دیئے اور مجھے کیوں نسبتاً خراب بنا کے دیئے وغیرہ وغیرہ۔ یہ جاہلانہ سطحی باتیں ہیں سب مٹ جائیں گی کیونکہ جب ایک غریب کو پرانے کپڑوں میں دیکھیں گی اگر انسانیت ہے تو دل پگھلیں گے اور شرمندگی کا احساس ہوگا اور اپنے آپ کو وہ لوگ مجرم سمجھیں گے کہ ہمارے اتنے تعلقات تو تھے واقفیت تو تھی کہ ہم نے ان کو بلایا ہے لیکن کیوں یہ خیال نہ کیا کہ ان کے لئے بھی اچھے کپڑے بنا دیئے جاتے۔ اور پھر جب غریب کی شادی پر آپ جائیں گے تو پھر آپ کو محسوس ہوگا کہ کیا کیا مسائل ہیں شادیوں کے۔ کہاں اپنے حال میں ڈوبے ہوئے امراء جن کے دماغ میں صرف یہ ہے کہ تین لاکھ سے کم میں شادی نہیں ہوتی پانچ لاکھ سے کم میں شادی نہیں ہوتی دس لاکھ سے کم میں شادی نہیں ہوتی کہاں وہ جو دو چار ہزار میں شادی کی کوشش کر رہے ہیں اس نے بچوں کے لئے بھی غریبانہ کچھ بنا کے دینا ہے جو مہمان آنے والے ہیں ان کے لئے بھی کچھ پیش کرنا ہے تو یہ مسائل سوائے اس کے حل نہیں ہوسکتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے آپؐ کے اخلاق سیکھے جائیں۔ کسی دوسرے سے نہیں خود آپؐ سے آپؐ کے اخلاق سیکھے جائیں اور یہ وہ حدیثیں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زبانی بھی اور آپؐ کے کردار کی زبانی بھی آپؐ کے اخلاق ہمارے سامنے رکھتی ہیں۔ فرمایا شادی کی بدترین وہ مثال ہے کہ غریبوں کو نہ بلاؤ اور جب غریب تمہیں بلائیں تو تم اگر نہ جاؤ گے تو خدا اور رسول کی نافرمانی ہوگی۔

جماعت احمدیہ جاپان اگرچہ تعداد میں بہت چھوٹی ہے مگر اللہ کے فضل سے کاموں میں اور حوصلے میں بہت بلند ہے اور اب تک مسلسل ان کے اندر استقلال سے نیکیوں کو چمٹنے کی صفت ایسی ہے جو نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا اپنے غلاموں سے سلوک۔ غلاموں سے مراد یہ ہے ادنیٰ غریب بندوں سے سلوک ایک ایسے معاشرے میں جس کے اخلاق آپؐ نے درست فرما دیئے تھے۔

اس معاشرے میں بھی وہ ایک تعجب انگیز سلوک تھا حیرت سے نگاہیں اس پہ اٹھ رہی تھی اور اس سے میری مراد وہ واقعہ ہے جو ظاہر بن حرام کے ساتھ پیش آیا۔ ظاہر بن حرام ایک دیہاتی تھا جو نہایت ہی بدصورت اور مکروہ صورت اور اس کے علاوہ اس کے کپڑے بھی گندے، دیہاتی کھیتوں میں کام کرنے والے کے جسم میں سے پسینے کی بدبو بھی آتی تھی اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے بہت پیار تھا جب بھی آتا تھا کوئی تھوڑی سی سبزی، کوئی ایک گاؤں کا پھل تحفۃً اٹھا کر لے آیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ کھڑا تھا کہ اچانک اس نے دیکھا کہ کسی

fozman foods
BUYING GROUP FOR GROCERS
AND C.T.N. SHOPS
2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX
TELEPHONE
081 478 6464 & 081 553 3611

نے پیار سے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیئے ہیں اور اس نے حیرت سے پوچھا اور اس نے اپنا جسم ساتھ رگڑنا شروع کیا پہچاننے کی غرض سے گویا پہچان پا رہا ہے کہ کون ہے اور ساتھ ساتھ باتیں کرتا جاتا تھا کہ یہ ہوگا وہ ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم اسی طرح اپنے ہاتھوں سے اس کی آنکھیں بند کئے پاس کھڑے رہے اور وہ منہ سے بولا نہیں جسم رگڑتا رہا گویا پہچاننے کی کوشش کر رہا ہے اور مقابلۃً پیار کا اظہار جس طرح بعض دفعہ آپ نے دیکھا ہوگا بچے ماؤں سے لپٹ کے رگڑتے ہیں اپنے آپ کو۔ بعض دفعہ بلی کے بچوں کو آپ نے پیار سے دیکھا ہوگا بستر میں گھس کے وہ اپنے بدن کو خوب رگڑتے ہیں پیار سے۔ یہ اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے ساتھ شروع کیا ہوا تھا اور آپؐ خاموش کھڑے اس کے نخرے برداشت کرتے رہے یہاں تک کہ آنحضور صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے یہ اعلان کیا کہ ہے کوئی غلام خریدنے والا۔ میں ایک غلام بیچتا ہوں۔ تب اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم سے عجز کے ساتھ یہ کہا یا رسول اللہ! اس بدصورت، بے قیمت انسان کو کون خریدے گا۔ آپؐ نے فرمایا دیکھو میرا خدا، آسمان کا خدا تمہارا خریدار ہے۔ محمدؐ بیچ رہا ہے یہ غلام۔ ان بندوں کو کیا پتہ کہ تمہاری کیا قیمت ہے میرے اللہ کے نزدیک تمہاری بہت قیمت ہے اور پھر اس نے بتایا۔ یا رسول اللہ یہ کیسے ممکن تھا کہ میں آپ کو پہچان نہ لیتا۔ مجھ سے یہ پیار کا سلوک اور کر کون سکتا تھا۔ ایک ہی تھا اور وہ محمد مصطفیٰؐ تھے۔ پس میں جانتا تھا اور میں سوچتا تھا کہ اس سے بہتر اور کون سا موقع مجھے میسر آئے گا۔ کہ اپنے بدن کو آپؐ کے پاک بدن سے رگڑوں۔

پس ایک طرف غربت تھی جس میں سے بدبو بھی اٹھ رہی تھی جو بدصورتی کا مظہر تھی ہر دنیا کے لحاظ سے برائی اس میں پائی جاتی تھی ایک طرف حسن و خوبی کا وہ پیکر کہ اس سا کوئی پیکر کبھی ایسا حسین پیدا نہیں ہوا تھا یہ امتزاج تھا اعلیٰ اور ادنیٰ کا۔ اس طرح خدائی بندوں سے ملتی ہے۔ اس طرح خدا کے مظہر دنیا میں خدا کے پیار اور محبت کو خدا کے بندوں میں منتقل کیا کرتے ہیں۔ آپ ایسا ہونے کی کوشش کریں اگر اپنے اخلاق آپ نے محمد رسول اللہ سے سیکھے اور ویسے بنانے کی کوشش کی تو آپ تو کیا آپ کے غلاموں کا بھی خدا خریدار بن جائے گا، تمام دنیا پر آپ کے دل حکومت کریں گے یعنی محمد مصطفیٰؐ کی حکومت جاری ہوگی۔ اور یہی ایک ذریعہ ہے اپنے معاشرے کو درست کرنے کا۔ اپنے گھروں کو درست کرنے کا۔ اپنے شہروں کی گلیوں کو۔ اپنے شہروں کو، اپنے علاقوں اور اپنے ملکوں کو۔ تمام دنیا کا حسن آج اس ایک بات سے وابستہ ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے غلام محمد رسول اللہ کے سچے اور حقیقی غلام بن جائیں اور آپؐ کے احسان کا جادو سب دنیا کے دلوں پر چلنے لگے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

صبح خنداں

آنکھ سے اوجھل جو منظر تھے نظر آنے لگے
خواب بھی بن کے حقیقت دل کو گرمانے لگے
اے خوشا! کہ ہے یہی تو صبح خنداں کی دلیل
جب در و دیوار پر کچھ روشنی چھانے لگے
جب ہمیں عکس رخ جاناں نظر آنے لگا
ہم محبت سے خوشی کے پھول برسانے لگے
یہ بیان علم و عرفاں اور پاکیزہ فضا
آسماں سے جیسے کوئی نور برسانے لگے
دور جاکر بھی نوازا فرحت دیدار سے
اپنے دیوانوں پہ کتنا لطف فرمانے لگے
دیکھ لی جب دین حق کی کامرانی کی جھلک
بادشاہ بھی اپنے تخت و تاج ٹھکرانے لگے
یہ عجب ساقی، عجب مے ہے، عجب مے خانہ ہے
پینے والے تو سراپا ہوش میں آنے لگے
دیکھا جب اس چودھویں کے چاند کا حسن و جمال
حسن والے دل ہی دل میں آپ شرمانے لگے
کاروان شوق بےحد، سوئے منزل ہے رواں
اور منزل کے کنارے بھی نظر آنے لگے
اک طرف باران رحمت کے مناظر کا سماں
دوسری جانب یہاں مینڈک بھی ٹرانے لگے
خاک کرسکتا ہے اس کو اب بھی موسیٰ کا خدا
جب بھی دنیا میں کوئی فرعون اترانے لگے
وصف اسمٰعیل ہم بھی سوئے قرباں گہ چلیں
دیکھنا رہ میں کوئی شیطان نہ بہکانے لگے
حق پرستوں کی طرح اپنی زباں میٹھی رہے
آپ کی باتوں پہ بھی دشمن کو پیار آنے لگے
ملک کا غدار ہے اور قوم کا دشمن ہے وہ
امن کی راہ میں جو احسنؔ، روڑے اٹکانے لگے

(سید احسن اسمٰعیل صدیقی)

حقیقی خوشی

نہیں جو رکھتے کشادہ دلی و ہمدردی
کمال ضبط و قناعت خلوص و بے نفسی
دل انکے روح مسرت سے لا جرم ہیں تہی
کہ حسن خلق ہی دراصل ہے حقیقی خوشی

(نادر قریشی)

M.A. AMINI TEXTILES

SPECIALISTS IN: FABRIC PRINTING, PRINTED CRIMPLENE, 90" PRINTED COTTON, QUILT COVERS, PRAYER MATS, BEDDINGS, BED SETTEE COVERS

PROVIDENCE MILL, 108 HARRIS STREET, BRADFORD BD1 5JA
TEL: 0274 391 832 MOBILE: 0836 799 469

81/ 83 ROUNDHAY ROAD LEEDS, LS8 5AQ
TEL: 0532 481 888 - FAX NO. 0274 720 214

mta- Muslim Television Ahmadiyya

Al Shirkatul Islamiyyah, 16 Gressenhall Road, London SW18 5QL
Tel : +44 (0)81 870 0922 Fax : +44 (0)81 870 0684

Satellite	EUTELSAT II F3	STATSIONAR 21	STATSIONAR 4	GALAXY 2
Area	Europe, North Africa	Asian, Middle East, Eastern Europe, East Africa Regions	South America, Africa and European Regions	North America, Canada
Position	16° East	103° East	14° West	74° West
Transponder	37	7 (C-Band)	7 (C-Band)	11
Frequency	11.575 GHz	3725 MHz	3725 MHz	36 MHz
Polarity	Vertical	Right Hand circular	Right Hand circular	Horizontal
Format	625 Lines PAL Colour	625 Lines PAL Colour	625 Lines PAL Colour	NTSC
Audio Sub-Carriers				
Urdu	6.5 MHz	6.5 MHz	6.5 MHz	6.2 MHz
English	7.02 MHz	7.02 MHz	7.02 MHz	-
Arabic	7.20 MHz	7.20 MHz	7.20 MHz	-
Bosnian*	7.38 MHz	7.38 MHz	7.38 MHz	-
Russian*	7.56 MHz	7.56 MHz	7.56 MHz	-
German*	7.74 MHz	7.74 MHz	7.74 MHz	-
French	7.92 MHz	7.92 MHz	7.92 MHz	-
Turkish*	8.10 MHz	8.10 MHz	8.10 MHz	-
London Time	13.00 - 16.00 (Daily)	07.00 - 19.00 (Fridays Only)	13.30 - 14.30 (Fridays Only)	13.30 - 14.30 (Fridays Only)

* On special occasions only

Radio = Short Wave Band Radio, 25 Meter Band, Digital Frequency 11695
Timings: 13.30 - 14.30 London Time (Fridays Only). For Asian Countries only.
From 1 April '94: 16 Meter Band, Digital Frequency 17765

All timings and frequencies are subject to change without notice.

ساؤتھ افریقہ

ساڑھے تین سو سال پرانے جبر و استبداد کے ایک طویل اور بھیانک دور کا خاتمہ

(رشید احمد چوہدری)

دوسری قسط

بنتوستان پالیسی

۱۹۶۰ء میں بیرونی دنیا کو یہ باور کرانے کے لئے کہ سیاہ فام کو بعض علاقوں میں آزادی دی گئی ہے حکومت نے یہ تدبیر کی کہ ساؤتھ افریقہ کو سفید رنگت والے لوگوں کی سلطنت کے علاوہ کئی ایک سیاہ فام کی سلطنتوں میں تقسیم کی گیا اور اس طرح ایک دفعہ پھر سیاہ فام آبادی کو ان کے گھروں سے بے دخل کر کے دور بستیوں میں بسایا گیا۔ ان بستیوں کے نزدیک فیکٹریاں بھی لگائی گئیں تا کہ یہ لوگ ملازمت کے لالچ میں ان علاقوں میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ چونکہ ان علاقوں میں صاف پانی کی سہولت تک موجود نہ تھی اور نہ ہی سر ڈھانکنے کے لئے چھتیں، نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ Malnutrition کا شکار ہو گئے اور گندگی کی وجہ سے کئی قسم کی بیماریاں پھیل گئیں۔

ایک اندازے کے مطابق ۱۹۶۰ء کے اوائل میں تین ملین افریقنوں کو بنتوستان میں منتقل کیا گیا۔

عیسائیت کی تعلیم

ساؤتھ افریقہ کی سفید فام اقوام اس بات پر ایمان رکھتی تھیں کہ افریقنوں کو عیسائی بنانا اور ان میں عیسائی تہذیب کو رائج کرنا ان کا فرض اولین ہے۔ اس لئے جہاں کہیں بھی یہ قومیں پہنچیں لوگوں کو عیسائی بناتی گئیں۔ شروع شروع میں تو بشپ آف کلکتہ کو ان کی نگرانی کی ذمہ داری سونپی گئی مگر پھر رابرٹ گرے کو کیپ ٹاؤن کا پہلا بشپ ۱۸۴۷ء میں مقرر کیا گیا۔ اس طرح عیسائیت تمام مفتوحہ علاقوں میں زور پکڑتی گئی۔

افریقنوں کی تعلیم

افریقنوں کی تعلیم کے بارہ میں سفید اقوام کا نظریہ یہ تھا کہ ان کو اتنا لکھنا پڑھنا آنا چاہئے کہ جس سے وہ اچھے مزدور اور اچھے گھریلو نوکر ثابت ہو سکیں۔ ان لوگوں کے متعلق ایک اور بات بھی مشہور کر رکھی تھی کہ وہ حد درجہ کے کاہل ہیں اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے اہل نہیں۔

افریقنوں کی تعلیم کے لئے ایک خصوصی کمیشن بٹھایا گیا جس کی سفارشات یہ تھیں کہ مختلف نسل کے لوگوں کی تعلیمی ضروریات مختلف ہوتی ہیں۔ افریقن بچوں کو انگریزی کے علاوہ اپنے قبیلے کی زبان سکھانا ضروری ہے۔ انگریزی اس حد تک سکھائی جائے کہ وہ انگریزی زبان میں زبانی یا تحریری ہدایات کو سمجھ سکے اور یورپین لوگوں کے ساتھ آسانی سے گفتگو کر سکے اس بات پر بھی زور دیا گیا کہ دستی کام کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

SUPPLIERS OF ALL
CROCKERY, CUTLERY AND
DISPOSABLE CROCKERY FOR
WEDDINGS, PARTIES AND
OTHER SOCIAL FUNCTIONS
ABBA
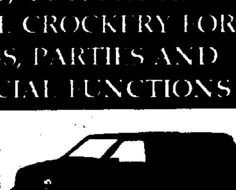
CATERING SUPPLIES
081 574 8275 / 843 9797
1A Greenford Avenue,
Southall, Middx UB1 2AA

یہ بھی سفارش کی گئی کہ افریقنوں کے لئے تعلیم لازمی نہیں ہونی چاہئے اور یہ کہ اگرچہ سکولوں کا انتظام کرنا حکومت کا کام ہے تاہم سیاہ فام لوگوں کو اپنی تعلیم کے اخراجات خود برداشت کرنے چاہئیں۔ جبکہ سفید رنگت والوں کے لئے تعلیم مفت ہونی چاہئے۔ نتیجةً ایجوکیشن ایکٹ ۱۹۵۳ء کی رو سے ان تمام سفارشات کو قوانین کی شکل میں تبدیل کر دیا گیا۔

ان قوانین کے پاس ہونے پر سیاہ فام لیڈروں نے بہت احتجاج کیا۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ سیاہ فام بچوں کو بھی برابر کے تعلیمی مواقع ملنے چاہئیں جس پر تبصرہ کرتے ہوئے بنتو معاملات کے وزیر ڈاکٹر وروورڈ Dr. Verwoerd نے ۷ جون ۱۹۵۴ء کو ساؤتھ افریقن سینٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔

> " یورپین کمیونٹی میں بنتو لوگوں کے لئے سوائے مزدوری کے کوئی مواقع نہیں ہیں .... اس لئے ان کو ایسی ٹریننگ جس سے وہ یورپین سوسائیٹی میں جذب ہو سکیں دینے کا کوئی فائدہ نہیں"۔

اور مشن سکولوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے جہاں سفید فام بچوں کو ایک جیسی تعلیم دی جاتی تھی کہا۔

> "ان سیاہ فام بچوں کو ان کی اپنی کمیونیٹی سے دور کیا جا رہا ہے اور یورپین سوسائٹی کے سبز باغ دکھا کر انہیں گمراہ کیا جا رہا ہے جس سوسائٹی میں ان کے لئے کوئی جگہ نہیں"۔

نسلی امتیاز کی پالیسی Apartheid کی مذمت

دنیا بھر کی حکومتوں نے ساؤتھ افریقہ کی حکومت کی نسلی امتیاز کی پالیسی کی مذمت کی مگر یہ حکومتیں اختلاف رائے کی وجہ سے ساؤتھ افریقہ کے خلاف کوئی مؤثر عملی قدم نہ اٹھا سکیں۔ اصل وجہ تو یہ تھی کہ یہ مغربی اقوام خود غرضی کی وجہ سے کوئی ایسا قدم اٹھانے کا ارادہ بھی نہیں رکھتی تھیں۔ جو ان کے مفاد پر اثر انداز ہو۔

ملک کے اندر سیاسی پارٹیاں بھی اتنی منظم نہ تھیں کہ حالات کو بدل سکتیں۔ افریقن نیشنل کانگرس شروع میں ان نظریات کی حامل تھیں کہ حکومت کو بار بار توجہ دلانے سے ان ناانصافیوں کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔ مگر ۱۹۴۰ء میں بعض افریقن نوجوانوں نے جن میں عورتیں بھی شامل تھیں غور و فکر کے بعد افریقن نیشنل کانگرس کی ایک شاخ یوتھ لیگ بنائی۔ ان نوجوانوں میں نیلسن منڈیلا، والٹر سسولو اور آلیور ٹمبو بھی شامل تھے۔

۱۹۴۹ء میں منڈیلا اور اس کے ساتھیوں نے حکومت کے خلاف ایکشن لینے کا پروگرام بنایا اس طرح بائیکاٹ، ہڑتالیں اور سول نافرمانی کی تحریک شروع کی گئی۔ ۱۹۵۱ء میں انڈین کانگرس نے بھی ساتھ دیا اور اپارتھائیڈ قوانین کی خلاف ورزی کی تحریک شروع کی گئی۔ رضا کاروں نے قانون توڑ کر خود کو گرفتاری کے لئے پیش کرنا شروع کر دیا۔ حکومت نے سخت جوابی کاروائی کی۔ سینکڑوں رضا کار گرفتار کر لئے گئے۔ تحریک کے لیڈروں کو گرفتار کر کے ان پر مقدمات قائم کئے گئے۔ قوانین توڑنے پر اکسانے والوں پر بھی بھاری جرمانے کئے گئے اور اس طرح آہستہ آہستہ یہ تحریک خود بخود ختم ہو گئی۔ البرٹ لوتھونی نے جسے بعد میں نوبل پرائیز کا بھی مستحق قرار دیا گیا افریقن نیشنل کانگرس کا صدر منتخب کر لیا گیا اور اس کے اثر و رسوخ کی وجہ سے نسلی امتیاز کی پالیسی کی مخالف تمام جماعتوں نے ۱۹۵۵ء میں ایک کانفرنس بلائی جس میں تین ہزار نمائندگان نے شرکت کی۔ اس میں ایک چارٹر کی تشکیل دی گئی اور اس بات کا اعلان کیا گیا کہ ساؤتھ افریقہ سفید اور کالے سب نسل کے لوگوں کے لئے ہے۔ انہوں نے ملک میں جمہوری طرز حکومت کا مطالبہ کیا اور کہا کہ ملازمت اور تعلیم کے مواقع ملک کے تمام باشندوں کو یکساں ملنے چاہئیں۔

ظاہر ہے کہ یہ باتیں حکومت کو پسند نہ آئیں اور ان نے ۱۵۶ لیڈروں کو گرفتار کر کے جیل بھجوا دیا اور ان پر بغاوت کا مقدمہ چلایا گیا۔ انہیں لیڈروں میں نیلسن منڈیلا بھی تھے یہ مقدمہ ساڑھے چار سال تک چلتا رہا مگر آخر کار سب کو رہائی نصیب ہوئی۔

۱۹۵۹ء میں چند لوگوں نے افریقن نیشنل کانگرس سے علیحدگی اختیار کر کے پان افریقن کانگرس کی بنیاد ڈالی اور اس طرح احتجاجی تحریکیں شدت اختیار کر گئیں۔ ۱۹۶۰ء میں افریقن نیشنل کانگرس اور پان افریقن کانگرس دونوں نے بڑے پیمانے پر جلسے کئے اور اپنے ارکان کو قوانین کے خلاف ورزی کرنے کے لئے اکسایا۔

اس دوران دونوں پارٹیوں نے اپنی اپنی مسلح دستوں کی ایک تنظیم بنا ڈالی۔ جس کا مقصد حکومت کو نیچا دکھانا تھا۔ یہ قدم مجبوری کے تحت اٹھایا گیا کیونکہ ان کے نزدیک سوائے طاقت کے استعمال کے اور کوئی چارہ کار ان کے پاس نہ تھا۔

۲۱ مارچ ۱۹۶۰ء کو عوام نے کھلے عام قوانین کی خلاف ورزی کی جس پر پان افریقن کانگرس کے لیڈر کو گرفتار کر لیا گیا۔ بعد میں اسے رابن جزیرے کی بدنام ترین جیل میں بھجوا دیا گیا جہاں اس نے نو سال جیل کاٹی۔

جس دن اسے گرفتار کیا گیا لوگوں نے بہت بڑی تعداد میں شارپ ول پولیس سٹیشن کے سامنے احتجاج کیا وہ جان بوجھ کر اپنی پاس بکیں گھر چھوڑ آئے تھے تا کہ گرفتاری پیش کر سکیں۔ پولیس اس ہجوم کو دیکھ کر بوکھلا گئی اور ہجوم پر اندھا دھند گولی چلا دی۔ کل ۲۴۹ لوگوں کو گولی کا نشانہ بنایا گیا جس کی وجہ سے ۶۹ ہلاک ہو گئے۔ لوگوں نے سر عام اپنی پاس بکیں جلا دیں۔ پان افریقن کانگرس کے ایک نوجوان لیڈر فلپ گوسانے نے ۳۰ ہزار افریقن عوام کے ایک جلوس کی قیادت کرتے ہوئے کیپ ٹاؤن کے علاقہ میں سفید رنگت والوں کے لئے مخصوص علاقے کے وسط میں مارچ کیا۔ اس نے حکومت کے وزیر انصاف سے ملنے کا مطالبہ کیا جسے حکومت نے مان لیا مگر جب وہ اس ملنے کے لئے پہنچا تو اسے گرفتار کر لیا گیا۔

حکومت نے شارپ ول کے قتل عام کے بعد ملک میں احتجاجی تحریکوں کو دبانے کے لئے ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا اور ملک بھر سے ہزاروں افراد کو زیر حراست لے لیا گیا۔

اپریل ۱۹۶۰ء میں افریقن نیشنل کانگرس اور پان افریقن کانگرس دونوں کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا۔

اس قتل عام کی خبروں سے بہت سی حکومتوں کی توجہ ساؤتھ افریقہ کی زیادتیوں کی طرف مبذول ہوئی۔ ادھر سیاہ فام نوجوانوں میں سیاسی شعور مزید بیدار ہو گیا۔ کچھ نئی پارٹیاں مثلاً یونائیٹڈ ڈیموکریٹک فرنٹ اور انکاتھا پارٹی معرض وجود میں آئیں۔ طالب علموں کی ایک تنظیم ساؤتھ افریقن سٹوڈنٹ آرگنائزیشن کا قیام بھی عمل میں آیا جس کا لیڈر سٹیو بیکو (Stave Beko) بنا۔ انہوں نے رنگ و نسل کی بنا پر امتیازی سلوک کو ختم کرنے کا تہیہ کر لیا۔ ادھر دنیا کی سیاسی حالات مثلاً انگولا اور موزمبیق پر پرتگیزی کنٹرول ختم ہو جانے کی وجہ سے ان سیاہ فام اقوام کو بھی امید پیدا ہوئی۔ مگر حکومت اس سے بے خبر نہ تھی اس نے ان تنظیموں کی کڑی نگرانی شروع کر دی اور لیڈروں کو گرفتار کر کے ان پر بغاوت کے مقدمات بنائے گئے۔

مگر سکولوں میں چونکہ سیاہ فام بچوں کے ساتھ امتیازی سلوک برتا جاتا تھا ان کی تعلیم کا معیار گھٹیا تھا۔ نہ ہی اچھے استاد تھے نہ ہی کتب دستیاب تھیں۔ فرنیچر تک نہ ہوتا تھا ان حالات میں طالبعلموں کے اندر بغاوت کا جذبہ پیدا ہونا لازمی امر تھا۔ چنانچہ ۱۶ جون ۱۹۷۶ء کو طالب علموں نے ایک احتجاجی جلوس نکالا۔ جلوس کے خلاف فوج بھجوائی گئی جس نے سینکڑوں طالب علموں کو چشم زدن میں گولیوں سے بھون ڈالا۔ اس کے بعد سارے ملک میں احتجاج شروع ہو گئے اور سکولوں کا بائیکاٹ کیا گیا۔ ۱۹۷۷ء میں ساؤتھ افریقن سٹوڈنٹ آرگنائزیشن اور اس قسم کی دیگر تنظیموں کو غیر قانونی قرار دیا گیا۔ نیز اسی دوران بیکو بھی پولیس کی حراست میں مردہ پایا گیا۔

مغربی ممالک کا رد عمل

مغربی ممالک بظاہر نسلی امتیاز کی پالیسی کے سخت خلاف تھے۔ ۱۹۷۸ء میں پی ڈبلیو بوتھا وزیر اعظم بن گئے۔ اس وقت یہ تحریک کہ تین مختلف النسل پارلیمنٹیں ہونی چاہئیں زور پکڑ گئی اور بوتھا ملک میں اصلاحات کی

بقیہ صہ ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں

Kenssy

Fried
Chicken
589 HIGH ROAD,
LEYTONESTONE,
LONDON E11 4PB

مسئلہ آغاز کائنات

(محمد احمد خان - مانچسٹر)

سائنس کے تمام علوم اس بات پر متفق ہیں کہ کائنات کا آغاز آج سے ۱۵ بلین سال قبل کسی وقت ہوا۔ اس وقت سے قبل یہ کائنات اپنا وجود نہیں رکھتی تھی۔ کیا اس وقت، وقت نام کی کوئی چیز بھی تھی۔ اس کا جواب "ہاں" میں ہے مگر وہ وقت آج کے وقت سے مختلف تھا۔ کائنات کے بارے میں حالیہ نظریات مذہبی عقائد سے مطابقت رکھتے ہیں اگرچہ چند صدیاں قبل مذہب اور سائنس میں کافی اختلاف تھا جو آہستہ آہستہ کم ہوتا نظر آتا ہے۔

جدید نظریات کی ابتداء البرٹ آئن سٹائن سے ہوئی جس نے ۱۹۱۵ء میں جنرل تھیوری آف ریلیٹیویٹی (Relativity) کی بنیاد رکھی اور واضح کیا کہ کائنات لامتناہی تو ہے مگر ساتھ ساتھ یہ ساکن ہے اس میں کوئی گردش کا عمل کارفرما نہیں۔ مگر بعد ازاں آئن سٹائن کے نظریات کے مطابق خود اس نے ہی معلوم کیا کہ کائنات پھیل رہی ہے۔

۱۹۲۹ء میں امریکی ماہر فلکیات ایڈرن ہوبل نے کئی ایک ستاروں کی حرکت سے ثابت کیا کہ کائنات پھیل رہی ہے۔ اگرچہ کئی ایک ستارے ہماری کہکشاں (ملکی وے) سے تعلق نہ رکھتے تھے۔ تاہم اس حقیقت کے باعث اب آئن سٹائن کی جدوجہد جو کائنات کو ساکن ثابت کرنے کے چکر میں تھا رائیگاں گئی۔

ہوبل کے مطابق کائنات میں ۱۰۰ بلین کہکشائیں موجود ہیں اور ہر کوئی پھیلتی جا رہی ہے اور ہر ایک کہکشاں میں ۱۰۰ بلین ستارے موجود ہوتے ہیں۔ اور ہر ستارہ ہمارے سورج کے برابر بلکہ کچھ بڑا ہی ہوتا ہے۔ ہمارا سورج ایک عام درجے کا پیلے رنگ کا ستارہ ہے جو اب آخری دور میں شامل ہو رہا ہے، یعنی یہ مستقل چیز نہیں۔ چند ہزار ملین سال بعد سورج نہیں ہوگا۔ کائنات کا پھیلاؤ ہر سمت یکساں ہونے کی وجہ سے ایک بہت بڑے کرہ کی شکل میں کائنات کو باہر سے دیکھا جانے کا تصور کیا جا سکتا ہے۔

کائنات روشنی کی رفتار سے پھیل رہی ہے۔ یہ انسانی دماغ کا کمال ہے کہ وہ اس برق رفتار تیزی سے بھی تیز سوچ سکتا ہے۔ کائنات کا رداس دس کے بعد ۲۶ صفروں کے عدد کے برابر ہے۔ ہم سے دور بہت دور اجسام کے گردش کرنے سے ہوبل نے کائنات کی زندگی معلوم کی جو کہ وہی ہے جو کہ آئن سٹائن نے نکالی تھی۔

۱۹۴۰ء اور ۱۹۵۰ کے عشرے میں ایک دفعہ پھر ساکن کائنات کے نظریہ کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔ اس کوشش میں ایک برطانوی سائنسدان فریڈ ہوئل اور دو آسٹریا کے سیاسی پناہ گزین سائنسدانوں ہرمن بونڈی اور تھامس گولڈ شامل تھے۔ یہ نظریہ اپنی ہی پیدا کردہ وجوہات کی کئی خامیوں کی وجہ سے رد کر دیا گیا۔

۱۹۴۰ء میں روسیوں نے کائنات کے آغاز کے بارے میں تھیوری پیش کی جسے تین ناموں الفر، بیتھے اور گیمو سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس طرح کہ یونانی حروف تہجی الفا، بیٹا اور گیما سے مطابقت پائی جاتی ہے۔ اس تھیوری کے مطابق بھی کائنات کا آغاز اسی وقت ہوا جو کہ آئن سٹائن نے تجویز کیا تھا۔ اس تھیوری کے مطابق گیمو نے ثابت کیا کہ کس طرح آغاز کائنات کے بعد ہائیڈروجن سے بھاری عناصر مثلاً ہیلیم

گیمو نے ہی اندازہ لگایا کہ آغاز کائنات کے وقت پیدا شدہ بیک گراؤنڈ ریڈی ایشن کو کہیں موجود ہونا چاہئے جو ہمیں آغاز کے وقت کی چند ایک مفید معلومات فراہم کر سکتی ہیں۔

۱۹۶۴ء میں امریکی سائنسدانوں پینزائس اور ویلسن نے اس بیک گراؤنڈ ریڈی ایشن کو دریافت کیا۔ اس ریڈی ایشن کی ماہیت وہی تھی جو کچھ عرصہ قبل ہوبل نے اندازہ کی تھی اگرچہ سائنس اس چیز کا مطالبہ کرتی ہے کہ ہر وجہ کا کوئی اثر ہوتا ہے (Cause and Effect)۔ مگر یہ ریڈی ایشن والا اثر اس قدر بڑا تھا کہ اس کی کوئی وجہ نہ تھی۔

برطانوی ماہر فلکیات سٹیفن ہاکنگ اور راجر نیرور نے یہ ثابت کیا کہ کائنات اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ کوئی ابتداء کائنات ہونی چاہئے۔ مگر یہ بھی کہا گیا کہ کائنات کی ابتداء Singularity سے ہوئی جبکہ سنگولیریٹی وہ نقطہ ہے جس کی کثافت لامتناہی بھاری تو ہوتی ہے مگر حجم صفر ہوتا ہے۔ اس طرح ہاکنگ نے اس ابتداء کائنات کو "بلیک ہولز" کو طبعی طور پر کائنات میں موجود ہونے سے گنوا کر ثابت کیا کہ کائنات کی ابتداء سنگولیریٹی سے ہوئی۔ یعنی ابتداء کائنات کی حالت یا وقت کوئی چیز نہ تھی۔ کوئی مادہ نہ تھا۔ اگر کچھ تھا تو بھاری تعداد میں توانائی تھی، کوئی عالم مکان نہ تھا، کوئی وقت نہ تھا، کوئی مادہ نہ تھا۔ وقت اس حالت صفر میں تھا جو کہ سنگولیریٹی پر تھا۔ اب سائنسدانوں کے لئے قابل فکر بات یہ ہے کہ اس سنگولیریٹی سے قبل کیا تھا۔

مگر قبل اس کے کہ سائنسدان اس تحقیق کو نکلیں دنیا کے چوٹی کے سائنسدانوں میں اب یہ بحث چل رہی ہے کہ کائنات کا کوئی واضح آغاز نہیں تھا۔ وقت پہلے سے ہی تھا۔

اس نظریہ کے محرکات میں جرمن سائنسدان ہنزن برگ کا Uncertainity کا اصول ہے کہ ہم کسی چیز کے مقام کو معلوم کرنے کی بہتر سے بہتر کوشش بھی کریں گے تو ایک حد تک کر سکتے ہیں۔ اس حد کے بعد کیا ہو رہا ہے کچھ علم نہیں ہو سکتا کیونکہ اس حد کے بعد تمام فزکس کے قوانین ٹوٹ جاتے ہیں اور یہ انسانی پہنچ سے باہر ہے۔ یہ ایک ایسا اصول ہے جسے خود ہنزن برگ بہت ناپسند کرتا تھا۔ اگر یہ اصول ٹھیک ہے تو آغاز کائنات کا مسئلہ گڑبڑ میں چلا جاتا ہے کیونکہ آغاز ثابت کرنے کے لئے کائنات کو اس طرح تصور کیا گیا تھا کہ یہ ہر سمت سے ایک جیسی ہے حالانکہ دو کہکشاؤں کے درمیان کھربوں کھرب میلوں کا خالی رقبہ ویران پڑا ہوا ہے۔

اگر کائنات کو چھوٹے پیمانے میں دیکھیں تو ہر سمت ایک جیسی نہیں مگر مسئلہ صرف وقت ہے جو کہ کھربوں سالوں پر محیط ہے جو کائنات کی ہر سمت ایک جیسی ہونے کی دلیل کی مدد کرتا ہے۔ تاہم اگر کائنات کا کوئی آغاز ہے پھر سائنسدان اس بات پر بھی متفق ہیں کہ اس کی کوئی اخیر یا اختتام بھی ہونا چاہئے۔ بالکل اسی طرح جس طرح زمین کا ایک قطب شمالی ہے اور دوسرا جنوبی۔ یہ آغاز اور اختتام اگرچہ مذہبی نظریات سے قدر مطابقت کھاتا ہے۔ مگر ساتھ ہی Uncertainity کا اصول انسانی شعور و علم کی وسعتوں کو ایک حد پر پابند کرتا ہے۔ اس حد کے بعد کیا ہے وہ صرف اور صرف خدا جو سب علوم کا پیدا کرنے والا ہے وہی جانتا ہے۔

دیکھئے قرآن حکیم کیا فرماتا ہے:۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ

(البقرہ: ۲۵٦)

جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے وہ (سب کچھ) جانتا ہے۔ اور وہ اس کی مرضی کے سوا اس کے علم کے کسی حصے کو بھی نہیں پا سکتے۔ اس کا علم آسمانوں پر (بھی) اور زمین پر (بھی) حاوی ہے اور ان کی حفاظت اسے تھکاتی نہیں اور وہ بلند شان رکھنے والا (اور) عظمت والا ہے۔

بقیہ ساؤتھ افریقہ

غرض سے سیاہ فام اور ایشین لوگوں کو بھی اقتدار میں حصہ دینے کے قائل تھے۔ یہ غالباً دباؤ کے نتیجہ میں ہی تھا۔

چنانچہ اس دباؤ کے نتیجہ میں اپارتھائیڈ کے قوانین میں کچھ نرمی آنے لگی۔ مثلاً ۱۹۸۵ء میں ایک قانون پاس کیا گیا جس کی رو سے ایک نسل کے افراد کی شادیاں قانوناً دوسری نسل کے افراد کے ساتھ ہو سکتی تھیں۔ ۱۹۸٦ء میں مزدوروں کی نقل و حرکت پر پابندی بھی نرم کر دی گئی۔ اگرچہ جن مزدوروں کی فیکٹریوں میں ضرورت نہیں ہوتی تھی انہیں زبردستی بنتوستان میں رہائش کے لئے مجبور کیا جاتا تھا۔ حالانکہ ۱۹۸۵ء میں حکومت کی طرف سے اعلان کیا گیا تھا کہ زبردستی نقل مکانی نہیں ہوگی۔

چونکہ عملی طور پر یہ پالیسیاں قائم رہیں اس لئے بیرونی دباؤ بڑھتا گیا۔ اگست ۸۵ء میں امریکہ کے بنکوں نے جنوبی افریقہ کو قرض دینا بند کر دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ امریکن عوام میں اپارتھائیڈ پالیسی کے خلاف سخت غم و غصہ پایا جاتا تھا۔

ادھر ساؤتھ افریقہ کی اقتصادی حالت جو ۱۹٦۰ء تا ۱۹۷۰ء کے عرصہ میں بہت اچھی تھی گرتے گرتے ۱۹۸۳ء تک ابتر حالت میں پہنچ چکی تھی۔ بارشیں نہ ہونے کی وجہ سے قحط سالی بھی تھی۔ جون ۱۹۸٦ء میں بوتھا نے ملک میں ہنگامی حالت کا اعلان کر دیا۔ ۱۹۸۷ء میں ستر کے لگ بھگ امریکن کمپنیوں نے ساؤتھ افریقہ کے ساتھ تجارت بند کرنے کا اعلان کر دیا۔

مگر مغربی حکومتیں اس معاملہ میں ہمیشہ دوغلی پالیسی کا شکار رہی ہیں۔ باوجود اس کے کہ امریکہ، برطانیہ، اور جرمنی کے عوام میں ساؤتھ افریقہ کی نسلی پالیسی کے خلاف غم و غصہ پایا جاتا تھا۔ امریکہ برطانیہ اور جرمنی کی حکومتوں نے ساؤتھ افریقہ میں سرمایہ کاری جاری رکھی۔ اور باوجود اس کے کہ اقوام متحدہ نے ساؤتھ افریقہ کو اسلحہ بیچنے کی پابندی عائد کی تھی بعض مغربی ممالک متواتر اسے اسلحہ سپلائی کرتے رہے۔ اکتوبر ۱۹۸۵ء میں کامن ویلتھ کے سربراہوں نے جنوبی افریقہ پر بعض اقتصادی پابندیاں عائد کرنے کا فیصلہ کیا مگر برطانیہ نے ان پابندیوں پر نکتہ چینی کی اور برطانوی وزیر اعظم مارگریٹ تھیچر نے ان کو غیر اخلاقی قرار دیا اور کہا کہ یہ پابندیاں اس لئے عائد نہیں کرنی چاہئے کیونکہ ان سے سفید فام حکمران کی بجائے سیاہ فام عوام زیادہ متاثر ہونگے۔

کھیل کے میدان میں ساؤتھ افریقہ کو دنیا سے الگ تھلگ کر دیا گیا۔ اور اس کے کھلاڑیوں کو اولمپک گیمز تک میں حصہ دینے سے انکار کر دیا گیا۔ ۱۹۸۹ء میں پریذیڈنٹ ایف ڈبلیو ڈی کلارک برسراقتدار آئے اور انہوں نے بیرونی دباؤ نیز سیاہ فام لوگوں کی بڑھتی ہوئی احتجاجی سرگرمیوں کے دباؤ سے بعض سیاسی اصلاحات کا اعلان کیا۔ اپریل ۱۹۹۴ء کے الیکشن کا انعقاد حکومت کی اسی پالیسی کا نتیجہ تھا جس سے سیاہ فام عوام الناس کو روشن سویرے کی امید ہوئی ہے۔

جنوبی افریقہ میں احمدیت

جنوبی افریقہ میں احمدیت کا قیام مکرم ڈاکٹر یوسف سلیمان صاحب کے ذریعہ اکتوبر ۱۹۴٦ء میں ہوا۔ ڈاکٹر صاحب جنوبی افریقہ کے باشندہ تھے مگر زیادہ تر لندن رہتے تھے۔ مارچ ۱۹۴٦ء میں جب وہ قادیان تشریف لائے تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں ساؤتھ افریقہ کا پہلا مبلغ نامزد کیا اور آج کل وہاں ایک مستحکم مشن و لائبریری قائم ہے اور جماعت خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ دن بدن بڑھ رہی ہے۔ ملک کے سیاہ فام، سفید فام اور ایشین سبھی جماعت احمدیہ میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ اگرچہ بعض اوقات دیگر مسلمانوں کی طرف سے غلط فہمیوں کی بنا پر مخالفت بھی ہوتی رہتی ہے۔

جماعت کی طرف سے لٹریچر بھی مختلف زبانوں میں شائع کیا گیا ہے۔ کوزا اور افریکان زبانوں میں قرآن مجید کی منتخب آیات اور منتخب احادیث نبویؐ کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے اور آجکل افریکان میں قرآن مجید کا ترجمہ ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ دن جلد لائے جب نہ صرف جنوبی افریقہ بلکہ تمام براعظم افریقہ احمدیت کے نور سے منور ہو جائے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں آ جائے کیونکہ وہی دن دراصل انسانیت کی آزادی اور تمام علاقہ میں امن کی ضمانت کا ہوگا۔

جماعت احمدیہ برطانیہ کا ۲۹واں جلسہ سالانہ انشاء اللہ

مورخہ ۲۹، ۳۰ و ۳۱ جولائی ۱۹۹۴ء کو

اسلام آباد ٹلفورڈ میں منعقد ہوگا

سیرت المہدی کا ایک ورق

(حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کے قلم سے)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی کسی پر ناراض نہیں ہوتے تھے۔ مگر میں ایک واقعہ پیش کرتا ہوں کہ جس سے پڑھنے والوں کو اندازہ ہو سکے گا کہ شفقت علیٰ خلق اللہ کے سلسلہ میں جو چیز حضور کو ناپسند تھی وہ کسی بیمار کے علاج سے غفلت تھی۔

حضور کا ایک ملازم تھا جس کو پیرا پہاڑیا کہا کرتے تھے۔ وہ شخص مرفوع القلم سا تھا اور لوگ اسے عموماً حیوان ہی سمجھتے تھے۔ یہ ضلع کانگڑہ کا باشندہ تھا اور حضرت کے حضور رہنے لگا۔ وہ دنیوی آداب سے بالکل ناواقف اور وحشی سا انسان تھا۔ مگر حضرت اس پر بھی کبھی ناراض نہیں ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد جبکہ حضرت کے دعاوی کی اشاعت ہو گئی اور لوگ دور دور سے آکر قادیان میں رہنے لگے تو سنور ضلع پٹیالہ سے اکبر خان صاحب مرحوم، جو بڑے نیک اور متقی انسان تھے وہ بھی تشریف لے آئے۔ ان کو بھی یہ سعادت ملی کہ وہ حضرت اقدس کی خدمت کے لئے مخصوص ہوں۔

پھر کچھ عرصہ بعد جبکہ منارۃ المسیح کے لئے بھٹے کا آغاز ہوا تو پیرا پہاڑیا بیمار ہو گیا اور اسے طاعون ہو گئی۔ اس کے لئے بھٹے کے قریب ایک سیگریگیشن کیمپ بنا دیا گیا جہاں اسے بھیجا گیا۔ حضرت اکبر خان صاحب کو اس کے علاج کے لئے مامور فرمایا۔ اس کے لئے باقاعدہ حضور خود دوا دیتے تھے۔

جے پور سے ڈاکٹر قاضی محبوب عالم صاحب رضی اللہ عنہ نے حضرت صاحب کے لئے عرق کیوڑہ تیار کرا کر بھیجا تھا۔ اور وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا۔ حضور نے اس پیرا پہاڑیا کی تیمارداری کے لئے کئی بوتلیں عرق کیوڑہ کی خانصاحب کے سپرد کیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خان صاحب سے کہا کہ اس کو جونکیں لگوا دو۔ اور اس کے علاج میں کسی خرچ کا مضائقہ نہ کیا جائے۔ بار بار اس کی خیریت کی خبر دریافت فرماتے۔ خان صاحب نے قادیان میں جونکوں والے کو تلاش کیا مگر نہ ملا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پیرا کی بیماری کے باعث ہلاکت ہو گئی۔ حضرت صاحب کو جب یہ علم ہوا تو آپ بے حد متاثر ہوئے اور سخت ناراض ہوئے۔ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور خان صاحب مرحوم کو ساری عمر حضرت صاحب کی یہ ناراضگی نہیں بھولی۔ وہ رویا کرتے تھے اور استغفار پڑھتے تھے کہ ایک ذرا سی غفلت جو میں نے ایک بیمار کے علاج کے متعلق کی اس وقت میں اسے غفلت نہیں سمجھتا تھا مگر اس کی موت نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفقت کو مجسم کر دیا جو آپ کے پیرا پہاڑیا جیسے حیوان نما انسان کے ساتھ تھی۔ میں خواہش کرتا کہ کاش وہ پیرا پہاڑیا میں ہوتا۔ جس کے لئے خدا کے مسیح برگزیدہ نبی اس قدر رحم اور محبت اپنے دل میں رکھتا ہے۔ نہیں نہیں یہ سوء ادبی ہے۔ وہ سراسر رحمت و شفقت انسان سب کے لئے ایسا ہی جوش رکھتا تھا اور خود میرے لئے بھی اس کی رحمت و شفقت نے حیرت انگیز اخلاقی معجزات دکھلائے ہیں۔

۱۸۹۸ء میں محمد حسین بٹالوی نے بٹالہ کے ایک سب انسپکٹر کا آلہ کار بن کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک اشتہار کی بناء پر حفاظت جان کے لئے اسلحہ کی درخواست کر دی۔ جس پر سب انسپکٹر موصوف نے زیر دفعہ ۱۰۷ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف حفظ امن کی ضمانت کے لئے رپورٹ کر دی اور اس طرح پر محمد حسین والا مقدمہ شروع ہو گیا۔ اس مقدمہ کی ایک پیشی پٹھان کوٹ میں تھی۔

میں سفر میں حضور کے ہمراہ تھا۔ رات کو میں یکایک سخت بیمار ہو گیا اور معدہ پر حملہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی پیشاب پاخانہ بھی بند ہو گیا۔ میں جس کمرہ میں سویا ہوا تھا اس میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم تھے۔ میں ان کی نزاکت طبع سے واقف تھا۔ ان کے آرام کا خیال کر کے میں "وائے" تک منہ سے نہ نکال سکتا تھا اور درد ہر آن بڑھتا جا رہا تھا۔ آخر میں تنگ ہو کر دوسرے کمرے میں جو اس کے ساتھ ہی تھا جہاں حضرت حکیم الامت سو رہے تھے آیا۔ اور ان کے پہلو میں اس امید سے لیٹ گیا کہ کروٹ بدلیں تو عرض کروں۔ چنانچہ انہوں نے کروٹ بدلی تو میں نے کہا "ہائے"۔ میری یہ آواز حضرت کے کان میں بھی پہنچی جو اس کے ساتھ ہی کے کمرے میں استراحت فرما رہے تھے۔ قبل اس کے کہ مولوی صاحب اٹھتے حضرت اقدس فوراً تشریف لے آئے اور پوچھا:۔

"میاں یعقوب علی کیا ہوا؟"

ان الفاظ میں محبت اور ہمدردی کا ایک ایسا نشہ تھا کہ میں کبھی بھی نہیں بھول سکتا۔ حضرت کی آواز کے ساتھ حضرت حکیم الامت اور دوسرے احباب اٹھ بیٹھے۔ میں نے اپنی حالت کا اظہار کیا۔ آپ نے مولوی صاحب سے فرمایا کہ:۔

"میں خود دوائی دیتا ہوں"

چنانچہ آپ نے کچھ گولیاں مجھے دیں۔ اور جب قافلہ کی روانگی کا وقت آیا تو میں نے عرض کیا کہ مجھے ساتھ لے جائیں یا لاہور پہنچا دیں۔ میں درد سے اس قدر بے قرار تھا اور میری حالت ایسی نازک معلوم ہوتی تھی کہ گویا موت مجھے اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ آپ میری گھبراہٹ پر بار بار تسلی دیتے اور فرماتے کہ میں سب انتظام کر کے جاؤں گا اور تمہیں آرام آ جائے گا اور اگر تم کہو گے تو آج نہیں جاؤں گا۔

اس شفقت اور ہمدردی کی مثال دنیا میں کہیں مل سکتی ہے؟ ہر گز نہیں۔ کہ حضور اپنے ایک معمولی خادم کے لئے اتنا اہتمام فرماتے تھے کہ اگر اس کا اطمینان اور تسلی اسی میں ہو کہ آپ اپنے سفر کو ملتوی کر دیں تو ایک اچھی خاصی جماعت کے سفر کو اپنے ساتھ ملتوی کر دیں۔ آخرالامر یہ قرار پایا کہ دو آدمی میرے پاس چھوڑ دئے جائیں۔ وہ آدمی معمولی نہیں تھے۔ حضرت حکیم فضل الرحمان صاحب مرحوم اور شیخ اللہ دیا صاحب لودھیانوی اور ایک معقول رقم حکیم صاحب کے سپرد کی کہ علاج معالجہ میں غفلت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کر دیا اور میں شام کو تندرست ہو کر قادیان پہنچ گیا۔

اس واقعہ کے دہرانے سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس پہلو کو دکھاؤں جو بیماروں کی خبر گیری اور تیمارداری کے متعلق ہے۔ حضورؑ ہمیشہ اپنے خدام ڈاکٹروں کو بیماروں کی ہمدردی اور شفقت کی تاکید فرماتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ:۔

"تمہارا تعلق لوگوں کے جسموں کے ساتھ ہو گا نہ کی ان کی روحوں کے ساتھ۔ اس لئے تمہاری نظر میں مومن، متقی یا خدا کے منکر کا سوال نہیں ہونا چاہئے اور نہ کسی قوم اور فرقہ سے تعلق کا۔ خدا کی ہر اس مخلوق کے ساتھ جو تمہارے پاس آئے یا جنہیں تمہاری خدمت کی ضرورت ہو، تم بلا امتیاز تفرقہ ان کے کام آؤ۔ یہی بڑی نیکی ہے اور خدا کا شکر کرو کہ تمہیں کسی کی خدمت کا موقع ملا"۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحبت یافتہ ڈاکٹروں میں یہ روح بے نظیر طور پر نظر آتی ہے۔ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین ایک سانسی لڑکی کو جو چیچک سے بیمار تھی اٹھا کر اپنے گھر لے آتے ہیں جہاں بہت سے بچے تھے اور بڑی شفقت سے علاج کرتے ہیں۔

ہماری جماعت کے ڈاکٹروں اور حکیموں کو چاہئے کہ وہ اپنے اندر اس روح کو پیدا کریں۔ یہی ان کی کامیابی اور برکت کا ذریعہ ہوگی۔

ایک طویل رات کا اختتام

جن لوگوں نے آج پہنی ہے لوہے کی زنجیر وقت انہیں پہنائے گا خلعت توقیر

(عطیہ عارف)

موسموں کے تغیر و تبدل، خوشی، غمی، حیات و ممات، نیکی و بدی اور جزاء سزا کا بھی چولی دامن کا ساتھ ہے۔ بعض دفعہ انسان زندگی کے ہنگاموں میں ایسے موڑ پر آ کھڑا ہوتا ہے جہاں بے گناہی کی سزا اسے دوسروں سے افضل و برتر بھی بنا دیتی ہے اور عزت و توقیر کا تاج بھی پہنا دیتی ہے۔

اسی جزاء سزا کے حاشیے میں "اسیران راہ مولا" کی تصاویر ماضی کے اس دریچے کو وا کر دیتی ہیں جہاں ان لوگوں نے خدا کی رضا، مذہب کی حقانیت، عقیدہ پر استقامت اور ایمان پر ثابت قدمی کی سزا جھیلی جو دس سال (۱۲۰ مہینوں یا ۴۸۰ ہفتوں اور ۳۶۵۰ دنوں) پر محیط تھی۔ اندھیری کوٹھڑی، جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے بھاری لوہے کا بھاری زیور پہن کر حیات عزیز کے دس قیمتی سال اپنوں، اپنی اولادوں، والدین سے الگ رہ کر گزار دئے۔ یہ مجاہد جن کے لئے جماعت کے ہر فرد کے دل میں ایک خاص مقام عزت تھی۔ یہ اسیران راہ مولا کیوں اتنی تکلیف دہ زندگی گزار رہے تھے۔ سنیں تو رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ تصور کی آنکھوں سے دیکھیں تو آنسوؤں کی جھڑی لگ جائے۔ یہ سب اپنے ایمان و یقین کی حفاظت، خدا کے بھیجے ہوئے فرستادہ کی بیعت کے جرم میں قید تھے۔

ایک نوجوان جس نے ابھی زندگی کی بہاروں میں قدم رکھا ہی تھا کہ اپنے دین سے محبت کے جرم میں قید کر لیا جاتا ہے۔ بہاریں اس کی منتظر ہیں۔ ماں باپ جنہوں نے خدا کے آگے گڑگڑا کر، دامن پھیلا کر لخت جگر پایا تھا۔ والدین نے فی امان اللہ کہہ کر خدا کے گھر کی حفاظت کے لئے بھیجا تھا۔ ان کی آنکھیں دس سال کا طویل عرصہ آنسوؤں کی برسات میں صبر ایوبی کا دامن تھامے بیٹے کی راہ تکتی رہیں۔ دو معصوم بیٹوں کا باپ بوڑھے والدین کا صالح اور فرمانبردار سہارا، باوقار اور خوبصورت بیوی کے شوہر پر ایسا کڑا وقت امتحان آیا کہ وہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے اسیر ہو گیا۔ بچے باپ کی راہ تکتے ذہنی تناؤ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ننھا سا پیارا سا بچہ پاؤں پاؤں چلنے لگا۔ دادا کی انگلی پکڑے سکول جانے لگا۔ دوسرے ساتھی بچوں کے باپ انہیں لینے آتے وہ باپ کی راہ تکتا۔ بچے اسے کہتے برے لوگ جیل جاتے ہیں مگر اس کا باپ تو برا آدمی نہ تھا۔ یہ کیسے ہو گیا۔ بوڑھے والدین جدائی کے صدمہ سے جھک گئے اور صبر سے دعاؤں کا دامن تھام لیا۔ امیدوں کے سہارے جینے لگے۔

ایک بزرگ جو زندگی کی بہاریں دیکھ چکے تھے۔ عبادت و خدمت خلق میں زندگی گزار رہے تھے، جو ہر محفل کی جان سمجھے جاتے تھے، اخلاق و اخلاص کا پیکر تھے۔ گھر سے بلا کر جیل میں بند کر دئے گئے۔ بوڑھی باوفا بیوی شوہر کی ادا پر دل برداشتہ ہو کر چل بسی۔ جب اپنی جیون ساتھی اور باوفا بیوی کو آخری کندھا دینے آئے تو سپاہی ان کی ہتھکڑیوں کی زنجیریں تھامے ساتھ ساتھ تھے۔ وہ اپنے بچوں بچیوں کو سینہ سے لگا کر ڈھارس نہ دے سکے اور مختلف بیماریوں میں گھر گئے۔ علاج کی خاطر ہسپتال داخل ہوئے تو ان کی خواہش تھی کہ جیل میں واپس نہ جاؤں اور اس طرح وہ مولا کے پاس چلے گئے۔ کیا بتائیں ان اسیران نے کس طرح دن گزارے مگر حرف شکایت زبان پر نہ لائے۔

نوجوان اسیر نے موت کی کوٹھڑی میں رہ کر بھی دنیاوی ترقیات کے لئے امتحانات دئے اور اعزازی کامیابی حاصل کی اور پوزیشن لی۔ جیل میں بگڑے ہوئے لوگوں کو راہ ہدایت دکھائی۔ جاہلوں کو علم سے منور کیا اور سزائیں جھیلتے رہے۔ امام جماعت کے دل کی گہرائیوں سے نکلی دعائیں سننے والوں کو خون کے آنسو رلاتی رہیں۔

خیرات کر اب ان کی رہائی میرے آقا
کشکول میں بھر دے جو میرے دل میں بھرا ہے

آخر خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کی فریاد سن لی۔ والدین کو خوشیاں دے دیں۔ بچھڑوں کو ملا دیا۔ جدائیاں ختم ہو گئیں۔ فرش سے اٹھتی ہوئی دعائیں عرش تک جا پہنچیں۔ خدا تعالیٰ نے انہونی کو ہونی کر دیا۔ سب کو صبر کا میٹھا پھل عطا کیا۔ بچوں کو باپ کا شفقت بھرا سایہ مل گیا۔ آنکھوں کے دئے روشن ہو گئے۔ جماعت کا ہر فرد خوشی کے آنسوؤں سے رو دیا۔ خدا کے حضور شکرانے کے نوافل ادا ہوئے۔ خوشیوں کے دیپ جلے۔ مبارک بادوں کے موتی بکھر گئے۔ جب ان سب اسیران کو باعزت رہائی ملی۔ ہر فرد جماعت یہ نظارہ دیکھنا چاہتا تھا۔ تصور کی آنکھ سے دیکھا فتح و نصرت کے جذبہ سے لبریز محبتوں اور خلوص کی روشنی سے چمکتے چہرے استقامت کے پہاڑ جب جیل سے باہر کی دنیا میں آئے۔ ہواؤں نے ترانے گائے بہاروں نے پھول برسائے۔ کیسا خوشی کا لمحہ ہے جو بیان نہیں ہو سکتا۔ اس مبارک گھڑی کو قلم بند نہیں کیا جا سکتا۔ بس دعاؤں سے لبریز زبانیں اللہ کی حمد کر رہی ہیں۔ اور مبارک بادوں کا سلسلہ جاری ہے۔ خدا تعالیٰ ان سب کی رہائی سب کے لئے باعث برکت و رحمت کرے۔ امین

رات جتنی طویل ہوتی ہے
صبح نو کی دلیل ہوتی ہے

نیوزی لینڈ کی سیر

(امتہ الباسط ایاز ۔ لندن)

نیوزی لینڈ نو آباد ملک ہے مگر بڑی تیزی سے ترقی پذیر ہے۔ یہ ملک آسٹریلیا سے ۱۶۰۰ کلو میٹر دور ہے۔ ملک دو حصوں میں منقسم ہے۔ شمالی جزائر اور جنوبی جزائر۔ اگرچہ رقبے کے لحاظ سے جنوبی جزائر بڑے ہیں مگر آبادی شمالی جزائر میں زیادہ ہے۔

نیوزی لینڈ کا صدر مقام ولنگٹن ہے اور دوسرا بڑا شہر آک لینڈ ہے ۔ نیوزی لینڈ میں یورپین اقوام اور اصلی باشندوں ماؤری کے علاوہ چینی، آسٹریلین، جاپانی اور ایشیائی باشندے بھی آباد ہیں۔ مگر یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں ہوگی کہ اس ملک میں ۶۰ ملین بھیڑیں ہیں۔ یعنی انسانی آبادی سے کہیں زیادہ بھیڑوں کی آبادی ہے جس کی اون، کھال اور گوشت کی تجارت سے یہ ملک دنیا بھر میں مشہور ہے۔

ماؤری لوگوں کے بیان کے مطابق پہلا آدمی جس نے اس جزیرے کو ڈھونڈا اس کا نام کوپے (Kupe) تھا۔ اس نے اس علاقہ کا نام آؤٹورا (Aoteora) رکھا جس کا مطلب ماؤری زبان میں "بادلوں والا علاقہ" ہے اور اگر ہم ہوائی جہاز سے نظارہ کریں تو برف سے ڈھکی ہوئی پہاڑوں کی چوٹیاں بادلوں کی طرح دکھائی دیتی ہیں۔

یورپین نسل لوگوں میں سے کیپٹن کک (Cook) پہلا شخص تھا جو وہاں پہنچا۔ ولنگٹن میں سب سے بڑا پہاڑ اس کے نام پر ماؤنٹ کک کہلاتا ہے۔ جنوبی جزائر کا سب سے بڑا اور خوبصورت شہر "کرائسٹ چرچ" ہے جہاں سیر و سیاحت کے لئے نہایت عمدہ سیر گاہیں بنی ہوئی ہیں۔

آک لینڈ بندر گاہ ہے۔ اس کی شہرت تجارت کی وجہ سے ہے جو بحری جہازوں اور کشتیوں کے ذریعہ ہوتی ہے۔ ساحل سمندر پر رہنے والے لوگ کشتی رانی اور تیراکی میں بہت ماہر ہیں۔ کشتی رانی اور مچھلی پکڑنے کے مقابلے ان کی پسندیدہ کھیل ہیں۔ یہاں تقریباً ہر شخص اپنی کشتی رکھتا ہے جسے وہ سمندر میں پارکنگ کے لئے مخصوص جگہ پر کھڑی کرتا ہے۔ جس طرح شہروں میں پارکنگ کے لئے مخصوص جگہیں بنی ہوتی ہیں اسی طرح ساحل سمندر پر کشتیوں کے کھڑا کرنے کے لئے مخصوص جگہیں بنی ہوئی ہوتی ہیں۔ غلط جگہ کشتی کھڑی کرنے پر جرمانہ اور کشتی کا لائیسنس ضبط کیا جاسکتا ہے۔ کبھی کبھی کار کی چوری کی طرح کشتی بھی چوری کرلی جاتی ہے اور پھر پولیس اسے ڈھونڈ کر مالک کے سپرد کرتی ہے۔

نیوزی لینڈ کے لوگ صحت مند، خوش اخلاق اور ملنسار ہیں۔ ان کا اصل لباس تو بہت مختصر ہوتا ہے مگر اب ملک کی ترقی کے ساتھ ساتھ لباس کی تراش خراش اور زیبائش میں نمایاں فرق آگیا ہے۔

نیوزی لینڈ کے لوگوں کے کلچر میں یہ بات خاص قابل ذکر ہے کہ پرانی طرز پر اور روائتی طریقوں پر قائم ہیں مثلاً فیمیلیز کا مل کر رہنا، ایک ہی گھر میں بے شمار افراد مل جل کر اس طرح رہتے ہیں کہ ہر ایک کو ایک دوسرے کا بے حد خیال ہوتا ہے۔ کھانا پینا اکٹھا ایک ہی دسترخوان پر کھاتے ہیں اور ضرورت کی تمام اشیاء ہنسی خوشی ایک دوسرے کی استعمال کر لیتے ہیں بلکہ مالک بن بیٹھتے ہیں۔ چیز کا مالک واپس لینے کا مطالبہ ہرگز نہیں کرتا۔ یہ آداب کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ غیر ممالک سے آنے والے مہمانوں کا استقبال بڑے جوش و خروش سے کرتے ہیں اور اپنے ملک کے خاص ڈانس کرنے والوں کو ان کے آبائی لباس میں آراستہ کر کے مہمانوں کو خوش آمدید کہنے کے لئے ائرپورٹ پر گروپ کی صورت میں لے جاتے ہیں۔ اور خوش آمدید کے گیت گاتے ہیں اور اپنی خوشی کا اظہار ماؤری زبان میں کرتے ہیں۔ ملک کی شروع کی آبادی میں عیسائیوں نے اپنی تعلیم کے لئے چرچ بنا کر صرف عیسائیت کی تعلیم دینی شروع کی مگر بعد میں ان کے اپنے اپنے الگ الگ قبائل کے سرداروں نے اپنی مذہبی تعلیم کو رائج کرنا ضروری سمجھا اور اپنے گرجے بنائے اور عبادت گاہیں بنائیں جن کو Marai کہتے ہیں۔ ان کے اعتقاد میں روحوں کا زندہ انسانوں سے باتیں کرنا بہت یقینی حد تک پہنچ گیا ہے اور توہم پرست لوگ ہیں۔

چونکہ یہ ملک سطح سمندر سے ۲۰۰ کلومیٹر اونچا ہے پانی کی فراہمی کا انتظام بہت عمدہ ہے۔ گھروں میں لگے نلوں میں ہی صاف کیا ہوا پانی پینے کے لئے مہیا کیا گیا ہے۔ کوئی ضرورت نہیں کہ آپ پانی کو پہلے ابالیں، ٹھنڈا کریں اور استعمال میں لائیں۔ پبلک کی سہولتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے سیاحوں کی قدر کرتے اور ان کے آرام کے لئے آرام گاہیں اور ہوٹل اور موٹل بکثرت بنائے گئے ہیں۔ کیونکہ آبادی بہت کم ہے سڑکیں صاف اور کھلی ہیں۔ آپ ۱۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گاڑی چلا سکتے ہیں۔ اسی طرح ڈرائیونگ لائیسنس بھی آپ پندرہ سال کی عمر میں حاصل کر سکتے ہیں۔ گاڑی قانونی طور پر بائیں ہاتھ ہی چلانے کا حکم ہے۔ سرکاری زبان انگریزی ہے مگر مختلف ملکوں کے لوگ اپنی اپنی زبانیں بولتے، سیکھتے اور سکھاتے ہیں۔ مثلاً مسلمانوں نے اپنے بچوں کو عربی اور اردو پڑھانے کے لئے مدرسے بھی بنا رکھے ہیں۔

ٹیلیفون کی سہولت پبلک کے لئے عام ہے۔ لوکل کالز بالکل مفت تو نہیں ہوتی ہیں مگر سستی ہیں یعنی ایک منٹ کی بات کریں تو صرف چالیس سنٹ خرچ ہونگے۔ اور یہاں اس ملک میں ڈالر ہی ملک کی کرنسی ہے۔

سیر کرتے ہوئے جگہ جگہ ہرن اور ان کی چراگاہیں نظر آئیں گی۔ بڑا پیارا جانور ہے۔ سردی بھی برداشت کرلیتا ہے اور شدید سردیوں میں لوگوں کے گھروں میں بیٹھے اس جانور کا گوشت کھانے کو مل جاتا ہے۔ جو ڈبوں میں بکتا ہے۔ بہت لذیذ گوشت ہوتا ہے۔ دوسرے ملکوں سے اس کی تجارت کر کے بھی فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اس کے گوشت کو Vanesa کہتے ہیں۔ گوشت کے علاوہ اونی کمبل اور قالین بھی بہت عمدہ تیار کئے جاتے ہیں۔

جنگلات کی بھی کثرت ہے۔ بعض درخت دو دو سو سال پرانے بتائے جاتے ہیں۔ ایک مشہور جنگل کا نام "وائی پویا Waipova" ہے۔ شمالی جزائر میں ایک مشہور آبشار ہے جس کا نام "ہوکا آبشار Huka Falls" ہے۔ جو وائی کاٹو دریا پر ہے۔ اور سیاحوں کی آماجگاہ ہے۔ ملک میں کئی ایک زندہ آتش فشاں پہاڑ بھی ہیں۔ اکثر سیاح ان کی سیر سے لطف اٹھاتے ہیں اور گندھک کے چشموں کو دیکھتے ہیں۔ ایک خاص علاقہ جہاں گندھک کے دھواں دار چشمے جاری ہیں "روٹارو Rota Rua" کہلاتا ہے۔ اس کی کہانی یوں بیان کی جاتی ہے کہ اس علاقہ میں ایک تاراویرا Tarawera پہاڑ ۱۸۸۴ء میں پھٹا تھا اور تب سے اس سے آتش فشاں سیال مادہ نکل رہا ہے اور زمین کے اندر دھنس جانے کی وجہ سے گرم پانی کے ابلنے اور لاوا کے باہر گرنے کی آواز مسلسل سنائی دیتی ہے اور ہر طرف دھواں اور گندھک پھیلی ہوئی ہے۔ بعض جگہوں پر علاقہ کو سیر گاہ میں تبدیل کر کے پبلک غسل خانے اور سٹیم باتھ بنائے گئے ہیں جن میں آتش فشاں پہاڑ سے گرم پانی لایا گیا ہے۔ بعض جگہ تو پانی ابلتا ہوا زمین سے باہر نکلتا ہے۔ ان علاقوں میں کئی ہوٹل بھی ایسے ہیں جن میں گندھک کے چشموں سے پانی کو غسل خانوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ ملک میں دس نیشنل پارک ہیں جو خوبصورتی میں ایک سے ایک بڑھ کر ہیں۔

ملک میں ایک موٹر وے ہے جس سے ملک کے ایک حصے سے دوسرے حصے تک سفر کیا جاسکتا ہے۔ قدرت نے سمندر کی گہرائی سے نکلنے والی دولت سے بھی مالا مال کیا ہے۔ چنانچہ مختلف رنگوں کی سیپیاں نکلتی ہیں جن کو ماؤری لوگ اپنی ذہانت اور کاریگری سے مختلف چیزوں میں استعمال کر کے روزی کماتے ہیں۔ سبز رنگ کی ایک سیپی بہت مقبول ہے جس کی انوکھی رنگت کی وجہ سے قلمدان اور چابیوں کے رنگ بنانے میں استعمال کی جاتی ہے۔ نیوزی لینڈ کا محبوب پھل کیوی Kiwi ہے جس کی رنگت اگرچہ آلو جیسی ہوتی ہے مگر اندر سے سبز ہوتا ہے اور بہت میٹھا ہوتا ہے۔ اسے بھی ڈبوں میں بند کر کے دیگر ملکوں کو بھیجا جاتا ہے۔ دراصل یہ فروٹ کیوی پرندے سے ملتا جلتا ہے اسی لئے اسے یہ نام دیا گیا ہے۔ کیوی پرندہ نیوزی لینڈ کی ائرلائن کے جہازوں پر بھی بطور نشان بنایا گیا ہے۔

تبصرہ

سیرت و سوانح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(بطرز سوال و جواب)

سیرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بے شمار کتب تحریر کی گئی ہیں اور لکھی جاتی رہیں گی۔ کیونکہ کوئی ایک کتاب بھی رسول کریمؐ کی مکمل سیرت تو کیا سیرت کے کسی پہلو کا بھی پوری طرح احاطہ نہیں کر سکتی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کل عالم کے لئے باعث رحمت ہیں۔ اگر انسان ابھی تک کل عالم کے متعلق پوری واقفیت نہیں رکھتا تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ کل عالم کی تمام اشیاء پر رسول کریمؐ کے احسانات کا اندازہ لگا سکے۔

لجنہ اماء اللہ کراچی مبارکباد کی مستحق ہے کہ اس نے جشن تشکر کی خوشی میں نہایت مفید کتب شائع کیں جو دینی معلومات کا خزانہ ہیں۔ یہ ایسی کتب ہیں جن کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔

"سیرت و سوانح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" اسی سلسلہ کی تازہ کڑی ہے جو لجنہ اماء اللہ کراچی کی ایک مخلص کارکن محترمہ امتہ الرشید جمیل صاحبہ نے مرتب فرمائی ہے۔

کتاب نظارت اشاعت جماعت احمدیہ سے منظور شدہ ہے۔ صفحات ۲۸۸، سرورق دیدہ زیب، کتابت عمدہ اور زبان نہایت سلیس استعمال کی گئی ہے۔ واقعات اتنے شیریں انداز میں بیان کئے گئے ہیں کہ کتاب ہاتھ سے رکھنے کو دل نہیں چاہتا۔

کتاب کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ سوال و جواب کی صورت میں لکھی گئی ہے۔ یہ طریق طلباء و طالبات کے لئے خاص طور پر مفید ہے۔

کتاب صرف سیرت کے واقعات تک ہی محدود نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات مثلاً غلاموں کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہئے۔ جنگی قیدیوں کے متعلق اسلام نے کیا تعلیم دی ہے۔ تعدد ازدواج کی اجازت کی حکمتیں۔ اسلامی قانون ورثہ اور حقوق نسواں۔ قانون شادی و طلاق۔ اسلامی پردہ کی غرض و غایت ۔ قرآنی نظریہ مساوات۔ اسلام کا قانون امداد باہمی اور دعا کی حقیقت۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے تاریخی حقائق بیان کئے گئے ہیں مثلاً قرآن مجید کی تدوین کیسے ہوئی وغیرہ۔

غرضیکہ "سیرت و سوانح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" ایک انمول خزانہ ہے جس سے ہر شخص کو فائدہ اٹھانا چاہئے۔ کتاب لجنہ اماء اللہ کراچی سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

(ر ۔ ا ۔ چ)

CAN YOU SERIOUSLY AFFORD TO TRAVEL BY AIR WITHOUT FIRST CHECKING OUR PRICES?
PHONE US FOR A QUOTE

ATLAS TRAVEL

THE TRAVEL AGENTS YOU CAN TRUST

061 795 3656

493, CHEETHAM HILL ROAD,
MANCHESTER, M8 7HY

TO ADVERTISE IN THE
AL FAZL INTERNATIONAL
PLEASE CONTACT
NAEEM OSMAN MEMON
081 874 8902/ 081 875 1285
OR FAX YOUR ADVERT FOR
A QUOTE ON 081 875 0249

تاریخ احمدیت

۱۸۸۵ء

پادری سوفٹ کا گریز

تیسرے صاحب جنہوں نے حضرت کی دعوت پر قادیان آنے اور نشان دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا، پادری سوفٹ تھے، جو ریاست گوالیار کے باشندے اور عیسائی مدرسہ الٰہیات (سہارنپور) سے فارغ التحصیل ہو کر ان دنوں گوجرانوالہ میں متعین تھے۔ انہیں دوسرے پادریوں کی نسبت مسیحی دینیات کا بڑا ناز تھا۔ حضرت کی دعوت نشان نمائی پر انہوں نے بذریعہ ڈاک ایک خط لکھا جس میں حضرت مسیح کی خدائی کا لاطائل فسانہ چھیڑنے کے بعد دعوت کو نمائشی رنگ میں قبول کرتے ہوئے دو شرائط لکھیں۔ جن میں پہلی شرط یہ تھی کہ چھ سو روپیہ یعنی تین مہینے کی تنخواہ بطور پیشگی ہمارے پاس گوجرانوالہ میں بھیجا جائے اور نیز مکان وغیرہ کا انتظام حضور کے ذمہ رہے اور اگر کسی نوع کی دقت پیش آئے تو فوراً وہ گوجرانوالہ کو واپس ہو جائیں گے اور جو روپیہ انہیں مل چکا ہو اس کی واپسی کا حضرت کو استحقاق نہیں ہوگا۔ دوسری شرط یہ لکھی کہ الہام اور معجزہ کا ثبوت ایسا چاہئے کہ جیسے کتاب اقلیدس میں ثبوت درج ہیں۔ حضرت کو یہ خط ملا تو آپ کو افسوس ہوا کہ حضور کی زبردست سعی و جد و جہد کے باوجود عیسائیت کے علمبرداروں میں سے کوئی مرد میدان بن کر آگے نہیں آنا چاہتا اور جس نے آگے آنے کی حامی بھری تو محض اپنی ہوس پرستیوں کی تکمیل کے سامان کے لئے۔ بہرحال حضرت مایوس نہیں ہوئے۔ چنانچہ آپ نے اپنے جواب میں "الوہیت مسیح" کے بچھائے ہوئے جال کو اپنے قلم سے پارہ پارہ کرتے ہوئے انہیں نہایت احسن رنگ میں لکھا کہ آپ کے اطمینان قلب کے لئے روپیہ کسی سرکاری بنک یا مہاجن کے پاس جمع کر دیا جائے گا اور جس طرح چاہیں روپیہ کی بابت تسلی کر لیں۔ مگر جب تک فریقین میں جو امر متنازعہ فیہ ہے وہ تصفیہ نہ پا جائے آپ کو پیشگی روپیہ لینے کا اصرار نہیں کرنا چاہئے۔ مکان کے بارہ میں انہیں اطمینان دلایا کہ "اس خاکسار کا یہ عہد و اقرار ہے کہ جو صاحب اس عاجز کے پاس آئیں گے ان کو اپنے مکان سے اچھا مکان اور اپنی خوراک سے موافق خوراک دی جائے گی اور جس طرح ایک عزیز اور پیارے مہمان کی حتی الوسع دلجوئی و خدمت و تواضع کرنی چاہئے اسی طرح ان کی بھی کی جائے گی"۔ ہاں یہ وضاحت بھی فرمادی کہ "یہ عاجز مسیح کی زندگی کے نمونہ پر چلتا ہے کسی باغ میں امیرانہ کوٹھی نہیں رکھتا اور اس عاجز کا گھر اس قسم کے عیش و نشاط کا گھر نہیں ہو سکتا جس کی طرف دنیا پرستوں کی طبیعتیں راغب اور مائل ہیں" دوسری شرط کے متعلق فرمایا "اقلیدس میں بہت سی وہمی اور بے ثبوت باتیں بھری ہوئی ہیں جن کو جاننے والے خوب جانتے ہیں مگر آسمانی نشان تو وہ چیز ہے کہ وہ خود منکر کی ذات پر ہی وارد ہو کر حق الیقین تک اس کو پہنچا سکتا ہے۔ اور انسان کو بجز اس کے ماننے کچھ بن نہیں پڑتا۔ سو آپ تسلی رکھیں کہ اقلیدس کے ناچیز خیالات کو ان عالی مرتبہ نشانوں سے کچھ نسبت نہیں "چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک" اور یہ نہیں کہ صرف اس عاجز کے بیان پر ہی رہے گا۔ بلکہ یہ فیصلہ بذریعہ ثالثوں کے ہو جائے گا۔ اور جب تک ثالث لوگ جو فریقین کے مذہب سے الگ ہوں گے یہ شہادت نہ دیں کہ ہاں فی الحقیقت یہ خوارق اور پیش گوئیاں انسانی طاقت سے باہر ہیں تب تک آپ غالب اور یہ عاجز مغلوب سمجھا جائے گا"۔

خط کے آخر میں اسے خدائے کامل اور صادق کی قسم دیتے ہوئے غیرت دلائی کہ "آپ ضرور تشریف لاویں۔ ضرور آئیں اگر وہ قسم آپ کے دل پر موثر نہیں تو پھر اتمام الزام کی نیت سے آپ کو حضرت مسیح کی قسم ہے کہ آپ آنے میں ذرا توقف نہ کریں تا حق اور باطل میں جو فرق ہے وہ آپ پر کھل جائے"۔ غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پادری سوفٹ پر ہر پہلو سے حجت کر دی۔ کوئی حق کا طالب ہوتا تو اس مرد خدا کی زیارت کو دیوانہ وار چل پڑتا مگر پادری صاحب کو محض سستی شہرت مطلوب تھی جب انہیں یہ گوہر مقصود نہ ملا تو ان کی زبان پر ابدی قفل لگ گئے۔

غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو نشان نمائی کی عالمگیر دعوت دی تھی اس دعوت پر مذاہب عالم میں سے کسی کو میدان مقابلہ میں آنے کی جرات نہ ہوئی تاہم مزید اتمام حجت کے لئے آپ نے ستمبر ۱۸۸۶ء میں سال کی شرط اڑا کر اس کی بجائے چالیس روز مقرر کر دئے اور بالخصوص منشی جیون داس، لالہ مرلی دھر ڈرائنگ ماسٹر ہوشیار پور، منشی اندر من مراد آبادی، مسٹر عبداللہ آتھم، پادری عمادالدین اور پادری ٹھاکر داس کو ایک بار پھر دعوت دی اور فرمایا کہ اس عرصہ میں اگر ہم کوئی خارق عادت پیش گوئی پیش نہ کریں یا پیش کریں مگر بوقت ظہور وہ جھوٹی نکلے یا وہ اس کا مقابلہ کر کے دکھا دیں تو مبلغ پانسو روپیہ نقد بلا توقف ادا کر دیں گے۔ لیکن اگر وہ پیش گوئی بپایہ صداقت پہنچ گئی تو مشرف بہ اسلام ہونا پڑے گا۔ مگر یہ آواز بھی صدا بصحرا ثابت ہوئی اور اس معرکہ میں اسلام کو ایک بار پھر فتح نصیب ہوئی۔

مقامی ہندوؤں کی درخواست نشان نمائی

یہ تو بیرونی دنیا کا ذکر ہے۔ خود قادیان میں اس کی بازگشت ایک لحاظ سے خوشگوار رنگ میں سنائی دی اور وہ اس طرح کہ غالباً اگست ۱۸۸۵ء میں قادیان کے دس ہندوؤں نے (جن میں ساہوکار وغیرہ شامل تھے) حضرت کی خدمت میں بادب درخواست کی کہ ہم آپ کے ہمسایہ لنڈن اور امریکہ والوں سے زیادہ آسمانی نشان دیکھنے کے حقدار اور مشتاق ہیں۔ ہمیں کوئی نشان دکھایا جائے۔ سعادت ازلی تو خدا کی توفیق اور فضل سے عطا ہوتی ہے اس لئے مسلمان ہو جانے کی شرط تو ہم سے موقوف رکھی جائے۔ البتہ ہم پرمیشر کی قسم کھا کر وعدہ کرتے ہیں کہ ہم جو نشان آپ سے بچشم خود مشاہدہ کر لیں گے اخبارات میں بطور گواہ اسے شائع کرا دیں گے اور آپ کی صداقت کی حقیقت کو حتی الوسع اپنی قوم میں پھیلائیں گے اور ایک سال تک عندالضرورت آپ کے مکان پر حاضر ہو کر ہر قسم کی پیش گوئی پر بقید تاریخ دستخط کریں گے اور کوئی نامنصفانہ حرکت ہم سے ظہور میں نہیں آئے گی۔ درخواست کے لفظ لفظ سے چونکہ سراسر انصاف و حق پرستی اور خلوص ٹپکتا تھا اس لئے حضور نے نہایت درجہ مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اسے بلا تامل قبول فرما لیا اور ایک تحریری معاہدہ کی شکل میں شرمپت رائے ممبر آریہ سماج قادیان نے اسے شائع بھی کر دیا اور ستمبر ۱۸۸۵ء سے ستمبر ۱۸۸۶ء تک اس کی میعاد قرار پائی۔

خدا کی قدرت ابھی میعاد شروع بھی نہیں ہوئی تھی کہ ۵ اگست کو آپ پر الہاماً منکشف ہوا کہ آج سے اکتیس ماہ تک (مرزا امام الدین و نظام الدین جو اس وقت آپ کی مخالفت میں اہم پارٹ ادا کر رہے تھے) ایک بڑی مصیبت میں مبتلا ہوں گے یعنی ان کے اہل و عیال میں سے کسی مرد یا عورت کا انتقال ہو جائے گا جس سے ان کو سخت تکلیف پہنچے گی۔ حضرت نے یہ خبر سنتے ہی اس پر معاہدہ میں شامل چار ہندوؤں کے دستخط کرا لئے۔ چنانچہ ٹھیک اکتیسویں مہینے (یعنی فروری ۱۸۸۸ء) میں مرزا نظام الدین کی بیٹی اور مرزا امام الدین کی بھتیجی ایک چھوٹا بچہ چھوڑ کر فوت ہو گئی اور خدا کی بات پوری آب و تاب سے پوری ہوئی مگر افسوس معاہدہ کے مطابق مقامی ہندوؤں کی طرف سے نہ صرف اس نشان کی اشاعت نہ کی گئی بلکہ اصل میعاد کے ختم ہونے سے چند روز پہلے ہی شور و غوغا مچانا شروع کر دیا کہ پیش گوئی غلط نکلی اور جب پیش گوئی کا ظہور ہو گیا تو انہوں نے چپ سادھ لی اور اعتراف حق کرنے کی ان کو توفیق نہ مل سکی۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت،
مرتبہ مولانا دوست محمد صاحب شاہد)۔

MORSONS CLOTHING
Ladies and Children Clothing
Specialists in
SCHOOL UNIFORMS
Main Showrooms:
682/4 Uxbridge Road, Hayes,
Tel: 081 573 6361/7548
Kidswear Showroom:
54 The Broadway, Ruislip Road,
Greenford
Ladieswear Showrooms:
34 The Broadway, Ruislip Road,
Greenford
Children and Ladieswear
Showrooms:
51 High Street, Wealdstone

بقیہ مختصرات

(۱) کس عمر تک لڑکے اور لڑکیاں سکولوں میں اکٹھے پڑھ سکتے ہیں؟
(۲) دیگر مسلمانوں اور احمدی مسلمانوں میں کیا فرق ہے؟
(۳) اسلام میں سور کھانا کیوں منع کیا گیا ہے؟
(۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طبعی وفات کے نظریہ کے بارہ میں ویٹی کن اور دیگر عیسائی حلقوں کا رد عمل کیا ہے؟
(۵) مسلمانوں میں فرقے کیسے بن گئے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں سب مسلمان ایک تھے؟۔

اس مجلس کے آخر میں حضور انور نے پانچوں نمازوں کے اوقات کی وضاحت فرمائی نیز نماز تہجد کے متعلق بھی تفصیل بیان فرمائی۔

۴ جون ۱۹۹۴ء ۲۸ مئی کو ناصر باغ جرمنی میں منعقد ہونے والی مجلس سوال و جواب کا آخری حصہ آج ناظرین کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس مجلس میں مختلف قومیتوں سے تعلق رکھنے والے احباب و خواتین نے شمولیت کی اور سوالات پوچھے۔ مجلس کے آخر میں ۵۹ افراد نے بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں شمولیت اختیار کی۔ الحمد للہ۔ آج حضور انور نے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دئے:

(۱) سورہ آل عمران کی آیت کریمہ کے ایک حصہ ولٰکن شبہ لھم کی تشریح اور وضاحت۔
(۲) اہل کتاب سے مناکحت اور ان کا ذبیحہ کھانے کی اجازت کے ضمن میں یہ سوال کہ کیا یہ مطلب ہے کہ جب تک اہل کتاب شرک نہ کریں تو یہ جائز ہے اور جب شرک کرنے لگیں تو یہ چیزیں جائز نہ رہیں گی؟۔
(۳) کیا وجہ ہے کہ عربوں میں احمدیت کے بارہ میں زیادہ علم نہیں؟۔
(۴) پاکستانی حکومت کے احمدیوں سے ظالمانہ سلوک کرنے اور انہیں حج سے روکنے کی کیا وجہ ہے؟
(۵) کیا اسلام میں حیات بعد الموت پر یقین رکھنا ضروری ہے؟
(۶) مسلمانوں میں بچوں کے ختنے کیوں کئے جاتے ہیں؟
(۷) کیا جماعت احمدیہ کا مقصد صرف خدا کی طرف بلانا ہے یا کچھ اور بھی ہے؟۔
(۸) مذہب اور سیاست کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

۵ جون ۱۹۹۴ء آج کے پروگرام میں میونخ (جرمنی) میں منعقد ہونے والی مجلس سوال و جواب کا آخری حصہ پیش کیا گیا۔ جس میں ان سوالوں کے جوابات حضور انور نے ارشاد فرمائے ہیں:

(۱) آپ بوزنین لوگوں کی خداتعالیٰ پر ایمان لانے اور اس سے تعلق پیدا کرنے اور مذہب کو ان کے دل و دماغ میں راسخ کرنے کے سلسلہ میں کیا مدد کر سکتے ہیں؟
(۲) احمدی مسلمان اور دیگر مسلمان فرقے بوزنین مسلمانوں پر توڑے جانے والے مظالم کے خلاف متحد کیوں نہیں ہو جاتے؟

(ع - م - ر)

"واعظ کو چاہئے کہ امراء کو جو لمبا کلام نہیں سن سکتے ایک چھوٹا سا ٹوٹکا سنائے جو سیدھا کان کے اندر چلا جائے اور اپنا کام کرے"۔
(ملفوظات جلد ۱۰ صـ ۲۳۶)

IMPORTERS & EXPORTERS
OF
READY MADE
GARMENTS
S.S. ENTERPRISES
TELEPHONE AND FAX NO:
081 788 0608

Al Fazl International Weekly, London ISSN: 1352 9587 TEL No: (081) 870 8517 FAX No: (081) 870 1095

دنیا کی کوئی طاقت آپ کو بوزنیا جانے سے نہیں روک سکتی ٭ میں روزانہ آپ سب کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور دعا کرتا ہوں ٭ یہ دعائیں رائیگاں نہیں جائیں گی ٭ انشاء اللہ

[میونخ (جرمنی) میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بوزنین مسلمانوں کے ساتھ نہایت دلچسپ مجلس سوال و جواب]

(میونخ - جرمنی) ۲۵ مئی ۱۹۹۴ء کو حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ بوزنین مسلمانوں کی ایک نہایت دلچسپ اور مفید مجلس منعقد ہوئی جس میں چھ سو سے زائد مہمانوں نے شرکت کی۔ اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن کریم اور اس کے بوزنین ترجمے سے ہوا. جس کے بعد ہمارے بوزنین احمدی بھائی مکرم ابراہیم صاحب نے حضور کی خدمت میں مختصر استقبالیہ پیش کیا جس کا انگریزی ترجمہ ایک اور احمدی نوجوان مکرم احمد دین صاحب نے کیا۔ اس کے بعد چند بوزنین بچیو ں نے ترانہ پیش کیا۔

اس کے بعد سوال و جواب کا نہایت دلچسپ سلسلہ شروع ہوا جس کا ساتھ ساتھ بوزنین ترجمہ محترمہ ارینا صاحبہ نے بہت عمدگی کے ساتھ پیش کیا۔ یہ مجلس سوال و جواب دو گھنٹے سے زائد وقت جاری رہی۔ اس سوال کے جواب میں کہ آپ حضرت امام مہدی پر کیوں ایمان لاتے ہیں؟ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی تھی کہ آخری زمانہ میں خدا تعالیٰ ایک امام مہدی کو بھیجے گا۔ چونکہ آپ خدا کی طرف سے بھیجے گئے ہیں اور خدا کے بھیجے ہوئے کو ماننا ضروری ہے اس لئے ہم آپ پر ایمان لاتے ہیں۔ علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امام مہدی پر ایمان لانے کی خاص طور پر تاکید فرمائی۔ پس جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امام مہدی پر ایمان لانا ضروری قرار دیا تو اس کے بعد اسے رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام مہدی کے بارہ میں سنو تو خواہ تمہیں برف کے تودوں پر سے گھسٹتے ہوئے جانا پڑے تم اس تک جانا اور اسے میرا سلام پہنچانا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایک موقعہ پر یہ بھی فرمایا کہ جب تم اسے پاؤ تو اس کی بیعت کرنا۔

ایک اور سوال کے جواب میں حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ اپنی استطاعت کے مطابق اپنے بوزنین مسلمان بھائیوں کی ہر ممکن خدمت کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں اسبات کی توفیق بخشی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ دنیا کی کوئی طاقت آپ کو بوزنیا واپس جانے سے روک نہیں سکتی ۔ حضور نے فرمایا کہ ظاہری خدمت کے علاوہ میں روزانہ آپ سب کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور خاص طور پر دعا کرتا ہوں اور دنیا بھر میں لاکھوں احمدی میری تحریک پر خاص طور پر خدا تعالیٰ کے حضور روتے اور گڑگڑاتے ہیں اور آپ کے لئے دعا گو ہیں۔

حضور نے پرشوکت انداز میں فرمایا کہ یہ دعائیں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ جس بوزنیا کو آپ آج کھو رہے ہیں وہ تو ایک چھوٹی سی ریاست ہے لیکن جو بوزنیا مستقبل میں ابھرے گا انشاء اللہ وہ ایک عظیم بوزنیا ہو گا۔

اس سوال کے جواب میں کہ آپ کس طرح ہمارے لوگوں کو خدا اور مذہب کی طرف واپس موڑ سکتے ہیں؟ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ خدا سے ہر مذہب کی بنیاد ہے۔ جو بھی یہ کہے کہ میں خدا کی طرف تمہاری رہنمائی کرتا ہوں اسے سب سے پہلے یہ ثابت کرنا ہو گا کہ وہ خود خدا والا ہے اور اس کا خدا سے ایک زندہ تعلق ہے۔ خدا والے شخص میں دو صفات کا ہونا ضروری ہے۔ (۱) خدا سے محبت (۲) خدا کی مخلوق سے محبت۔ جہاں تک خدا سے محبت کا تعلق ہے آپ کسی شخص کے متعلق واقعی طور پر یہ معلوم نہیں کر سکتے کہ وہ حقیقت میں خدا سے محبت رکھتا ہے یا نہیں لیکن اس کی بنی نوع انسان سے بے لوث محبت اس کے خدا والے ہونے کی ایک علامت کے طور پر ایک ثبوت مہیا کرتی ہے۔

حضور نے فرمایا کہ انسانیت کی خدمت ہمارے مزاج میں شامل ہے۔ صرف بوزنین ہی کی بات نہیں، پچاس سال پہلے افریقہ میں صرف عیسائیوں کے سکول و کالجز تھے۔ کوئی مسلمان حکومت ان کی خدمت کے لئے وہاں نہیں گئی۔ صرف ایک جماعت احمدیہ مسلمہ تھی۔ ہم وہاں گئے اور وہاں سکول کھولے. ہسپتال بنائے اور ان کی تعلیمی و طبی میدان میں خدمت کی اور صرف ظاہری خدمت ہی نہیں بلکہ ان کی بہبود کے لئے ہم خدا تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں کہ وہی ہر ایک خیر کا منبع ہے۔

حضور نے فرمایا کہ آپ احمدیوں کو دیکھیں وہ خدا کے دین کے لئے اور بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے اپنے اموال، وقت ، عزت وقف کئے ہوئے ہیں۔ آپ احمدیوں کو انکی Dedication سے پہچان سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں جو خدا پر ایمان رکھتا ہے اس میں وحدت اور باہمی اتحاد ہونا ضروری ہے۔ ان کا ایک امام ہونا چاہئے۔ جب تک آپ یہ ثابت نہ کریں کہ خدائے واحد کی برکت سے آپ زمین پر بھی متحد اور ایک ہیں، اس وقت تک آپ کا خدائے واحد کی طرف لوگوں کو لے جانے کا دعویٰ غلط ہے اور درست نہیں ہو سکتا۔ آج روئے زمین پر جماعت احمدیہ وہ واحد جماعت ہے جس کا ایک خلیفہ ہے اور احمدی جہاں بھی ہیں وہ ایک نظام وحدت میں جڑے ہوئے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ آج اسلام میں ۷۳ فرقے ہیں اگر آپ باقی ۷۲ میں رہیں گے تو جس طرح وہ متفرق اور بکھرے ہوئے ہیں یہی حال آپ کا ہوگا۔ لیکن عالمگیر جماعت احمدیہ کے ایک فرد کی حیثیت سے آپ کی زندگی میں ایک عظیم تبدیلی آئے گی اور آپ ایک عالمی نظام وحدت میں منسلک ہو کر باہمی طور پر متحد ہو جائیں گے۔

حضور نے فرمایا کہ بوزنین بھائیوں کی خدمت کے لئے سب سے پہلے جماعت احمدیہ ہی پہنچی ہے۔ دوسرے مسلمانوں کو اس وقت تک آپ سے کوئی دلچسپی پیدا نہیں ہوئی جب تک ہم آپ کے پاس نہیں پہنچے اور دوسروں کی طرف سے جو مدد آپ کو پہنچی ہے وہ ہم سے حسد کے طور پر آئی ہے۔ سعودی عرب کی حکومت کہتی ہے کہ انہوں نے دس ملین ڈالرز کی امداد دی ہے۔ انہوں نے جو مدد دی ہے وہ بہت دیر سے دی ہے اور بہت تھوڑی دی ہے۔ سعودیوں کے اربوں ڈالرز امریکہ میں اور دیگر مغربی ممالک میں یہودیوں کے بنکوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس سے حاصل ہونے والے سود کا اگر صرف ایک معمولی حصہ ہی وہ بوزنیا کے مظلوم مسلمانوں کے لئے وقف کریں تو وہ ان کا سارا بوجھ اٹھا سکتے ہیں اور بوزنین مسلمانوں کو کسی غیر مسلم حکومت کے زیر احسان آنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

اس سوال کے جواب میں کہ سب مسلمان حکومتیں متحد ہو کر بوزنیا کے مسلمانوں کی خدمت کیوں نہیں کرتیں؟ حضور انور نے فرمایا، اسلئے کہ بدقسمتی سے آج کے حکمران مغرب کے وفادار ہیں۔ جماعت احمدیہ ایک آزاد جماعت ہے۔ ہماری وفاداریاں صرف خدا کے ساتھ وابستہ ہیں جبکہ مسلمان حکومتیں امریکہ اور دیگر مغربی طاقتوں کی مطیع غلام ہیں۔ ان کی مرضی کے بغیر یہ کوئی کاروائی نہیں کر سکتیں اس لئے وہ مجبور ہیں۔

مجلس عرفان

بہبود ہست و بود کا ساماں لئے ہوئے
سارے جہاں کے درد کا درماں لئے ہوئے
عشق جگر گداز کی بیتابیوں کے ساتھ
حسن کرشمہ ساز کا طوفاں لئے ہوئے
زہد و ورع کے ہاتھ سے تھامے ہوئے عناں
رخش جہاں کو جانب ایماں لئے ہوئے
سوز و گداز عشق کی زریں کتاب میں
باب وصال حضرت سبحاں لئے ہوئے
تورات دلفریبی تقویٰ کے ماسوا
انجیل دلنوازی رضواں لئے ہوئے
کشت نخیل مہدی دوراں کے واسطے
ابر عطیر رحمت یزداں لئے ہوئے
بزم جہاں میں ملت احمد کا تاجدار
جلوہ نما ہے دولت قرآں لئے ہوئے
مصلح در وصال ہے مدت سے وا ہوا
اٹھ تو بھی چل جراحت ہجراں لئے ہوئے

(مصلح الدین احمد راجیکی مرحوم)

گوجرانوالہ میں ۲۷ احمدیوں کی گرفتاری
ڈش انٹینا اتارنے کے لئے مولویوں کا جلوس

گوجرانوالہ۔ حلقہ کچی پمپ والی میں جمعہ ۱۵ اپریل کو بعد نماز جمعہ مولویوں نے ایک احمدی کے گھر سے ڈش انٹینا اتروانے کے لئے ایک جلوس نکالا جس کی قیادت سپاہ صحابہ کے لیڈر کر رہے تھے۔ پولیس نے اگرچہ کافی نفری مقرر کر رکھی تھی اور اے۔ سی، ڈی۔ ایس۔ پی اور علاقہ مجسٹریٹ بھی موجود تھے اس کے باوجود پولیس نے شام ساڑھے چھ بجے ۲۷ خدام کو ایک جگہ یرغمال بنا لیا اور مولویوں نے ایک بزرگ احمدی مکرم عبداللطیف صاحب کے گھر پر چڑھ کر وہاں نصب شدہ ڈش انٹینا اتار کر ایک طرف رکھ دیا۔ اس واقعہ کی فوٹو لینے کی کوشش کی گئی تو فوٹو گرافر کا کیمرہ چھین کر فلم ضائع کر دی گئی۔ پولیس نے کسی مولوی کو گرفتار نہیں کیا۔ جب یہ شرانگیزی ختم ہو گئی تب یرغمال میں لئے گئے خدام کو گھر جانے کی اجازت دے دی گئی۔